لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ (سورۃ الفتح)

بیعت

اہمیت۔ ضرورت۔ تقاضے

تالیف

پیرزادہ محمد توصیف النبی مجددی

ناشر

بہار اسلام پبلی کیشنز لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

marfat.com

لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ (سورۃ الفتح ۱۸)

بیعت

اہمیت۔ ضرورت۔ تقاضے

تالیف

پیرزادہ محمد توصیف النبی مجددی

ناشر

بہار اسلام پبلیکیشنز لاہور

marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب..................بیعت: اہمیت، ضرورت، تقاضے

مؤلف..................پیرزادہ محمد توصیف النبی مجددی

زیراہتمام..................ابوالرضا محمد عباس مجددی سرپرست اعلیٰ ABI

کمپوزنگ..................محمد شہزاد (رکن ماہنامہ بہاراسلام)

ناشر..................بہاراسلام پبلی کیشنز گجرپورہ سکیم لاہور

سال اشاعت (باراول)......رجب المرجب 1432ھ (جون 2011ء)

تعداد..................1100

قیمت..................200روپے

ملنے کے پتے

مرکز بہاراسلام 1910 ڈی ون بلاک گجرپورہ سکیم شیرشاہ روڈ لاہور

آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ: محمد احمد سٹریٹ (گیان سٹریٹ) گوالمنڈی لاہور

علامہ فضل حق پبلی کیشنز دربار مارکیٹ داتا دربار لاہور

نیو القمر کارپوریشن: دربار مارکیٹ داتا دربار لاہور

مکتبہ نبویہ: دربار مارکیٹ داتا دربار لاہور

☆☆☆☆☆☆

marfat.com

فہرست

صفحہ نمبر	موضوع سخن	نمبر شمار
5	عرض حوال (ابوالرضا محمد عباس مجددی سیفی سرپرست:ABI)	1
7	کچھ مصنف کے بارے میں	2
10	انتساب	3
11	تقریظ......☆(پروفیسر ڈاکٹر خالق داد ملک پنجاب یونیورسٹی)	4
17	حروف چند (پروفیسر ڈاکٹر سید قمر علی زیدی پنجاب یونیورسٹی)	5
21	تقریظ......☆(مولانا محمد عرفان طریقتی القادری مدیر ماہنامہ بہار اسلام)	6
22	مقدمہ (پروفیسر ڈاکٹر محمد نواز نوشاہی)	7
35	باب اول	8
36	لفظِ بیعت کی لغوی اصطلاحی تشریح	9
37	تحقیق بیعت	10
39	بیعت کی اقسام	11
44	بیعت کے اسباب	12
62	باب دوم	13
63	بیعت، قرآن مجید کی روشنی میں	14
69	بیعت، احادیث مبارکہ کی روشنی میں	15
78	باب سوم	16

marfat.com

17	ضرورت شیخ، قرآن مجید کی نظر میں	79
18	ضرورتِ شیخ، اقوالِ مشائخ کی روشنی میں	101
19	ضرورتِ شیخ اور صوفی شعراء	113
20	باب چہارم	125
21	اجزائے بیعت	126
22	توبہ	126
23	ورع	128
24	زہد	130
25	فقر	134
26	صبر	136
27	توکل	138
28	ایثار	141
29	رضا	145
30	باب پنجم	150
31	مقاصدِ بیعت	151
32	مرحلۂ اولیٰ	151
33	مرحلۂ ثانیہ	171
34	فوائدِ بیعت	181

marfat.com

35	باب ششم	190
36	شیخ کی شرائط	191
37	مرید ہونے کی شرائط	198
38	تصورِ شیخ	201
39	خدمتِ شیخ	202
40	باب ہشتم	205
41	تجدیدِ بیعت	206
42	مسئلہ تعدّدِ مشائخ	206
43	آدابِ شیخ	219
44	آداب مریدین	229
45		
46		

☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com

☆......عرض احوال......☆

فرمانِ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہے "مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مَيْتَةً جَاهِلِيَّةً" جو آدمی اس حالت میں موت کو گلے لگائے کہ اس کی گردن میں بیعت کا ڈورانہ ہو، وہ جاہلیت کی موت مرا۔

دین اسلام تمام امورِ دینیہ و دنیویہ کی اصلاح کا ذمہ دار ہے جس کیلئے ہر قسم کے قواعد وضوابط کا مفصل بیان، اسلام کے آفاقی نصاب قرآن مجید میں موجود ہے ۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں کو انسانیت کا درس دینے کیلئے تشریف لائے اور خدا کو گواہ بنا کر اپنے مقصد اعظم میں سرخرو ہوئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ آخری نبی و رسول ہیں، آپ علیہ السلام کی ذات گرامی کے بعد کوئی بھی شخص کسی صورت بھی نبی یا رسول نہیں ہو سکتا۔

جس طرح پروفیسر زحضرات تعلیمی نزاکتوں اور طلباء کی ذہنی صلاحیتوں کو پیش نظر رکھ کر نصابِ تعلیم کو ترتیب دیتے ہیں اور پھر فائنل کرنے کیلئے "بڑے صاحب" کے سامنے پیش کرتے ہیں تا کہ جو کمی کوتاہی رہ گئی ہو اس کو پورا کیا جا سکے اور جب ضروری ترمیم کے بعد چیر مین صاحب مہر تصدیق ثبت کر دیں تو یہ نصاب طلباء کو پڑھانے اور سمجھانے کیلئے سکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بھیج دیا جاتا ہے۔

marfat.com

ابتدائے دنیا سے لیکر انبیاء کرام تشریف لاتے رہے اور نصابِ اخلاقیات کو ترتیب دیا جاتا رہا اور بالآخر سرورِ انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی خدمت میں کنفرمیشن کیلئے پیش کیا گیا آپ ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کا مقصد انسانیت کے نصابِ اخلاق کی تکمیل تھی جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ'' میں مکارم اخلاق کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا ہوں۔

نبی کریم ﷺ نے اس نصاب کو مکمل فرمایا اور تعلیم کیلئے امت کے اساتذہ کرام جو کہ اس امت کے اولیاء کرام ہیں، کے پاس بھیج دیا تا کہ وہ آپ ﷺ کے بتائے ہوئے نصاب کے مطابق امت کی صحیح سمت میں راہنمائی فرمائیں۔

اس اخلاقی سبق کی تکمیل کیلئے جس سکول میں ایڈمیشن لیا جاتا ہے اس کو ''خانقاہ'' سے تعبیر کیا جاتا ہے اور داخلہ کے طریقہ کار کو ''بیعت'' کا نام دیا گیا ہے۔ ہر مسلمان کیلئے اس اصلاحی سکول میں داخلہ لینا لازم وضروری ہے کیونکہ صرف کتابیں پڑھ لینے سے پیپر دیکر پاس تو ہوا جاسکتا ہے مگر ''علم'' حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ علم حاصل کرنے کیلئے کسی ماہر استاذ کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری ہے، جس کیلئے ''بیعت'' نامی داخلہ فارم کو پُر کرنے کی اشد حاجت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''مَنْ مَاتَ وَلَیْسَ فِیْ عُنُقِهٖ بَیْعَةٌ مَاتَ مِیْتَةً جَاهِلِیَّةً'' جو آدمی اس حالت میں موت کو گلے لگائے کہ اس کی گردن میں بیعت کا ڈورا نہ ہو، وہ جاہلیت کی موت مرا۔

marfat.com

میرے قدیم دوستوں میں سرفہرست مولانا پیرزادہ محمد توصیف النبی مجددی صاحب نے بیعت کے متعلق مفید معلومات، اساتذۂ فن کی طرف صحیح راہنمائی اور نصابِ تعلیم کی مکمل معرفت کو یکجا کر کے عام آدمی کیلئے سکول (خانقاہ) جانے کا راستہ صاف کیا ہے۔

کچھ مصنف کے بارے میں:

موصوف کا تعلق ایک علمی و روحانی گھرانے سے ہے۔ آپ کے دادا حضرت مولانا پیر محمد احمد غفاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے جید عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر تعلیم تصوف بھی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف تصوف کی تعلیم ہی نہیں دی بلکہ تصوف کے معلمین پیدا کئے۔ آپ کے دادا جان کی طرح آپ کے والد گرامی محترم المقام جناب محمد منظور احمد مجددی نقشبندی صاحب بھی علم دوست شخصیت ہیں، جس کا اندازہ آئے دن ہونے والی ملاقاتوں میں ہوتا رہتا ہے۔ آپ صرف نام کے منظور احمد نہیں بلکہ حقیقتاً ''منظورِ احمد'' (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ مولانا محمد احمد غفاری مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی توجہات کی برکت آج بھی انکے خاندان میں ''توصیف النبی'' کی صورت میں موجود ہے۔

پیرزادہ توصیف النبی مجددی 5 نومبر 1980ء میں پیدا ہوئے۔ لاہور کے بڑے بڑے علمی اداروں سے تعلیم حاصل کی، پنجاب یونیورسٹی لاہور سے

گریجویشن کی، اور وہیں سے تصوف میں ڈپلومہ کیا۔ بین الاقوامی اسلامک یونیورسٹی

marfat.com

اسلام آباد سے اصول فقہ میں ڈپلومہ حاصل کیا۔

آپ اپنے دادا کی روحانی وراثت کے امین ہیں۔آپ کے والد محترم بقید حیات ہیں (اللہ تعالیٰ ان کو صحت وتندرستی اور درازیٔ عمر عطا فرمائے۔) مگر انہوں نے اپنے ہونہار بیٹے کی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے خانقاہی نظام کے علاوہ دیگر اہم ذمہ داریوں کا بوجھ بھی انہیں کے کندھوں پر ڈال رکھا ہے، اور اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے نباہ رہے ہیں

پیرزادہ توصیف النبی مجددی قد کاٹھ کے لحاظ سے کافی بلند واقع ہوئے ہیں مگر ان کی زیر نظر تالیف کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا قد صوفیانہ تعلیمات میں بھی قصیر نہیں ہے۔

موصوف نے اس کتاب کی تالیف میں اچھی خاصی محنت سے کام لیا ہے۔ جس کا صحیح معنوں میں ادراک تبھی ہو پاتا ہے جب قاری اس کتاب کی آخری سطر پڑھ رہا ہوتا ہے۔

بہارِ اسلام پبلی کیشنز کی خوش نصیبی ہے کہ اس اہم کتاب کی اشاعت کی سعادت میسر آئی۔ بہارِ اسلام پبلی کیشنز کی اراکین نے اس کتاب کو خوب سے خوب تر بنانے میں از بس کوشش کی ہے۔ یہ اپنی کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں اس کا فیصلہ قارئین کرام ہی بہتر طور پر کر سکتے ہیں۔ بہر حال انسان خطا کا بندہ ہے، بتقاضائے بشریت اگر اس کتاب میں کسی قسم کی کوئی غلطی یا کمی رہ گئی

marfat.com

ہوتو قارئین کرام سے التماس ہے کہ ادارہ کو مطلع فرمائیں تاکہ اس کمی کو دور کیا سکے۔

اللہ تعالیٰ سے التجاء ہے کہ مؤلفِ کتاب، ناشرین اور معاونین کو حوصلہ مزید عطا فرمائے اور ادارہ بہار اسلام کی خدمات کو قبول فرماتے ہوئے مزید توفیق عطا فرمائے۔ آمین

طالبِ دعا: ابوالرضا محمد عباس مجددی

بانی و سرپرست

انجمن بہار اسلام لاہور

بہارِ اسلام پبلی کیشنز

بہارِ اسلام ویلفیئر سوسائٹی

marfat.com

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو خصوصاً اپنے دادا جان

پیر طریقت رہبر شریعت منبع فیوض و برکات مرکز انوار و تجلیات

حضرت مولانا پیر محمد احمد غفاری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

اور

☆......اپنے والدین

☆......اپنے مشائخ طریقت

☆......اپنے پیر بھائیوں

کے نام کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

الطالب لعفو ربہ

محمد توصیف النبی مجددی

marfat.com

☆...... تقریظ

پیکرِ شفقت ومحبت پروفیسر ڈاکٹر خالق داد ملک صاحب

چیئرمین شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی لاہور

بخاری ومسلم میں وارد حدیثِ جبرئیل علیہ السلام میں حقیقت اسلام وایمان کے بعد احسان کا ذکر ہے۔ جس کی وضاحت خود رسالتمآب ﷺ نے یوں فرمائی" اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ "یعنی احسان و اخلاص یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے۔

اس فرمان صداقت نشان سے ثابت ہوتا ہے کہ اعمال ظاہری وعقائد کے علاوہ ایک درجۂ کمال بھی ہے جسے احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہی احسان اصلِ تصوف اور اثباتِ ولایت کی قوی دلیل ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ" میں اس حدیث مبارک کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"بدانکه مبنائے دین و کمالِ آں بر فقه و کلام و تصوف است واین حدیث شریف بیانِ ایں هر سه مقام کرده"

جان لو کہ دین اور اس کے کمال کی بنیاد فقہ وکلام وتصوف ہے، اور اس حدیث شریف میں ان تینوں مقامات کا ذکر کیا گیا ہے۔

فقہ وکلام وتصوف ایک دوسرے کیلئے لازم ہیں۔ ان میں سے کوئی

marfat.com

دوسرے کے بغیر درجہ کمال کو نہیں پہنچ سکتا۔ فقہ کے بغیر تصوف کوئی اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ احکام الٰہی فقہ کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتے۔ اور تصوف کے بغیر فقہ مکمل نہیں کیونکہ عمل بغیر صدق وخلوص کے کامل نہیں ہوتا۔ اور فقہ وتصوف دونوں ایمان کے بغیر صحیح نہیں ہوتے، جس طرح کہ جسم وروح ایک دوسرے کے بغیر وجود نہیں رکھتے ۔یہی وجہ ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"مَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتَفَقَّهْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ ،وَمَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ يَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ ،وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ"

جو شخص صوفی بنا اور فقیہ نہ ہوا، وہ زندیق ہو گیا اور جو فقیہ بنا اور صوفی نہ ہوا وہ فاسق ہو گیا اور جس نے ان دونوں کو جمع کر لیا پس اس نے حقیقت پالی۔

بعض حقیقت ناشناسا لوگ خیال کرتے ہیں کہ بیعت قبولِ خلافت میں منحصر ہے اور بیعتِ صوفیہ کرام بے اصل ہے۔ مگر ان کا یہ خیال مبنی برحقیقت نہیں۔ بیعت صوفیہ کرام قرآن مجید اور متعدد احادیث سے ثابت ہے۔ سورۃ ممتحنہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ

فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"

marfat.com

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس اس بات پر بیعت کرنے آئیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ بہتان طرازی کریں گی اور نہ کسی امر معروف میں آپ کی نافرمانی کریں گی۔ پس آپ ان کی بیعت قبول کرلیں، اللہ کریم سے ان کیلئے مغفرت مانگیں، بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

مشکوٰۃ شریف، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، میں حضرت ابو جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰی اِقَامَۃِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالنُّصْحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ'' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

اسی طرح مشکوٰۃ شریف میں ''کتاب الامارۃ والقضاء'' میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی، آسانی اور دشواری، غمی اور خوشی میں اطاعت وفرمانبرداری پر اور اس امر پر کہ ہم امیر سے نہ جھگڑیں گے اور اس بات پر کہ ہم جہاں بھی ہوں گے حق بات کہیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سی نہ ڈریں گے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان ''یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ'' (اے مومنو! اللہ تعالیٰ کی نامرضیات سے

marfat.com

پرہیز کرو، کمال پرہیز گاری) سے استدلال کرتے ہوئے طریقت کی طلب اور کمالات باطنی کے حصول کی کوشش کو واجب قرار دیا ہے۔ فعل امر وجوب کیلئے آتا ہے اور کمال تقویٰ بغیر ولایت کے متصور نہیں۔ جب طریقت کی طلب واجب ٹھہری تو پیر کامل کی تلاش بھی واجب ٹھہری۔ مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

ہیچ نکشد نفس را جز ظل پیر
دامن آں نفس کش محکم گیر

بعض کم فہم لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ صرف شریعت کے اوامر ونواہی کا پابند ہونا تزکیۂ نفس کیلئے کافی ہے اور کسی شیخ کامل کی بیعت میں آنا ضروری نہیں۔ مگر حق یہ ہے کہ جب تک ہم اصلاح وتقویٰ کے لئے اپنے لئے کامل عملی نمونہ نہ پائیں ، افراط وتفریط کا اندیشہ ہمیشہ برقرار رہتا ہے۔ بے شک قرآن وسنت کی پابندی سے انسان اعلیٰ سے اعلیٰ ترقی کرسکتا ہے اور جس کسی نے آج تک جو بھی ترقی کی وہ انہیں کی پابندی کے ذریعے کی۔ مگر اخلاص، زہد وتقویٰ، ورع، توکل، صبر، رضا، تسلیم و قناعت جیسے مقامات عالیہ نہ تو محض تفسیر وحدیث پڑھ لینے سے حاصل ہوتے ہیں اور نہ رسمی طور پر شریعت کے اوامر ونواہی کی پابندی سے غصہ، حسد، غرور، تکبر، عجب، ریا، حرص، شہوت، بخل، نخوت، کینہ، عناد اور طلبِ جاہ جیسے رذائل نفسانی اور مہلک

امراضِ قلب دور ہوتے ہیں۔ کتاب وسنت سے زہد وتقویٰ کا علم حاصل کرنا کچھ اور چیز ہے اور اس کو کسی مرد درویش وعارف کامل کی عملی حالت سے اخذ کرنا اور چیز ہے

marfat.com

۔پہلی صورت صرف قال وقال ہے جبکہ دوسری صورت میں قال وحال دونوں ہیں ۔یہی وجہ ہے کہ کتاب وسنت کا عالم شریعت کے تمام اوامر ونواہی کا علم رکھنے کے باوجود رذائل نفسانی اور امراضِ روحانی سے پاک نظر نہیں آتا جبکہ اس کے برعکس بعض ایسے کم علم لوگ کسی عارفِ کامل کی صحبت سے مندرجہ بالا رذائل وامراضِ نفسانی سے محفوظ وصحت مند نظر آتے ہیں۔

تعجب ہے کہ جسمانی امراض کیلئے تو لوگ اطباء اور ڈاکٹروں کے پاس دوڑے جاتے ہیں اور لاکھوں روپے خرچ کردیتے ہیں، مگر رذائل نفسانیہ اور امراضِ روحانیہ کیلئے کسی عارفِ کامل کی ضرورت محسوس نہیں کرتے ۔جس طرح طب کی کتابوں سے ہر شخص مستفید نہیں ہوسکتا جب تک کہ کسی ماہر استاد سے تجربہ حاصل نہ کرے اسی طرح کتاب وسنت کے علمی اور عملی کمال کیلئے اساتذۂ فن اور مشائخ کاملین کی ضرورت ہوتی ہے۔

تا نیفتد بر تو مردے را نظر

از وجودِ خویش کے یابی خبر

زیرِ نظر کتاب مستطاب عزم محترم علامہ توصیف النبی کی علمی وتحقیقی کاوش ہے جس میں انہوں نے بیعتِ صوفیہ کرام کو موضوع بنایا ہے۔موضوعِ کتاب نہ صرف اہم ومنفرد ہے بلکہ وقت کی ضرورت بھی ہے۔ فاضل مؤلف نے اس موضوع پر حتی الوسع معلومات جمع کی ہیں اور انہیں انتہائی عام فہم انداز میں ان

marfat.com

قارئین کرام کیلئے خصوصی طور پر قلمبند کیا ہے جو فن تصوف کی دقیق اصطلاحات کا فہم نہیں رکھتے۔ انہوں نے قرآن و حدیث اور مستند کتب سے استفادہ کرتے ہوئے بیعت پر تحقیق پیش کی ہے۔ نیز اقوالِ مشائخ کی روشنی میں شیخ کی ضرورت پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ مقاصد و فوائدِ بیعت کو واضح کیا ہے۔ علاوہ ازیں موجودہ دور میں پیری مریدی کی حالت زار کا جائزہ لیتے ہوئے شیخ کے اوصاف، مرید کے اوصاف، شیخ کے حقوق، مرید کے حقوق، طالب و سالک کی اقسام، مرید ہونے کیلئے شرائط اور تصورِ شیخ و خدمت شیخ جیسے اہم و دقیق موضوعات پر اہل ذوق کیلئے تحقیقی انداز میں معلومات فراہم کی ہیں۔

اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ فاضل مؤلف نے تمام معلومات کو مستند حوالوں سے مزین کیا ہے۔ اور کتاب کے آخر پر مصادر و مراجع کی طویل فہرست بھی لف کی ہے۔ یہ وہ خالص علمی منہج و اسلوب ہے جو آج کل علمی دنیا میں متداول و متعارف ہے۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب مستطاب کو فاضل مؤلف کے میزانِ حسنات میں بجاہِ سید المرسلین ﷺ درج فرمائے اور قارئین کو استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

پروفیسر ڈاکٹر خالق داد ملک

صدر شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی

marfat.com

حروفِ چند......☆

پروفیسر ڈاکٹر سید محمد قمر علی زیدی صاحب

پروفیسر شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی

زندگی ایک قوت اور سرمایہ ہے۔قوت اور سرمائے کی افزائش کیلئے نظم ونسق درکار ہے ورنہ منفی قوتوں کی شکار قوت اور سرمایہ بکھر جاتے ہیں۔

زندگی کو باقرینہ کرنے کیلئے علم الاخلاق کی روشنی ہمیشہ ہی سے معاون رہی ہے۔علم الاخلاق چاہے ارضی ساکن انسان کی منظم کاوشوں کا نتیجہ نہ ہو یا پھر وحی کے انداز میں آسمانی ہدایت کا سلسلہ ہو۔ بہر حال ایسے ہیں کہ انسان کے نفس کی کارگزاری کو درست اور منظم رکھنے کیلئے علم الاخلاق اور ایسے علم الاخلاق کی حاجت برقرار رہتی ہے جس میں روح اور نفس کا گہرا اور مستحکم رشتہ فلاح وصلاح کی خاطر قائم رہے اور یہ رشتہ اسی وقت مستحکم اور دیر پا ہوتا ہے جب خالق کائنات کا نور معاون ہو اور یہی نور اصلی معاون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ''نور السموات والارض'' ہے اور اس نور کی تقسیم، ہادیانِ عالم یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کے قائم کردہ راستوں سے نصیب ہوتی ہے۔

گزشتہ سطور میں خیالات کا اظہار، واہمہ یا قیاس ہرگز نہیں ہے بلکہ مجرب

زندگیوں کا حاصل، الفاظ کی شکل میں بیان ہوا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات بہت زود اثر اور سہل العمل ہوتی ہیں اسلئے کہ انہیں دلوں تک اترنے کی

marfat.com

قوت بارگاہِ احدیت سے نصیب ہوتی ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام دلوں کو نورِ خداوندی سے روشن کرتے ہیں اور بگڑی ہوئی کائناتِ دل کو نہایت نرم اور پاکیزہ بناتے ہیں اور دراصل نبوت کے فرائض میں یہ بھی شامل ہے کہ دلوں کو تعلق خدا سے معمور کریں۔

حضور اکرم خاتم النبیین ﷺ کو دلوں کا مزکی کرنے والا بنایا اب رہتی دنیا تک تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کا سلسلہ بارگاہِ نبوت سے ہی وابستہ رہے گا۔

یہ سلسلہ اصلاحِ نفس اور روشنی قلب کائنات ایمان کا اہم ترین سلسلہ ہے اس اصلاح کے بغیر مومن، مومن کامل نہیں ہوتا اور اس کی ظاہری حیات اعلیٰ و بلند اخلاقیات سے عاری ہوتی ہے۔ روح کی پاکیزگی اور اخلاق معاشرہ کو وجودِ انسانی کا زیور بنانے کیلئے اسی تزکیہ نفس کے راستے کو اختیار کرنا پڑتا ہے۔

تزکیہ نفس کس انداز سے کامیابی کے مراحل طے کرتا ہے؟ اسے منزل مقصود کیسے حاصل ہوتی ہے؟ اور بندگی کی حقیقی لذتیں کسے نصیب ہوتی ہیں؟ ان سب سوالوں کے جواب مسلمانوں میں رائج اس باطنی نظامِ تربیت میں نظر آتا ہے جسے ہم راہِ سلوک کا نام دیتے ہیں۔

راہِ سلوک اصل میں زندگی کا وہ خوبصورت قرینہ ہے جہاں انسان میں بے نفسی اور انسان دوستی کا جہاں نظر آتا ہے۔ خدا کی صحبت میں مخلوقِ خدا کی محبت جنم لیتی ہے اور انسان، انسان کا ہمدرد بن جاتا ہے۔ اسلامی روحانیت دراصل انسانی

marfat.com

جوہر کی حقیقی تلاش کا ایک نصاب ہے۔ اس نصاب کی ابتداء کیلئے ایک عہدِ واثق ضروری ہے تاکہ اگر ہمتیں پست پڑ جائیں تو یہ عہدِ واثق تازہ دم رکھے اور قربِ منزل کا مژدہ سناتا رہے۔ اس نصابِ سلوک کیلئے ایک ماہر، تجربہ کار اور بلند مقبول بارگاہوں کا مقبول و مؤید فرد فرزانہ استاز بھی درکار ہوتا ہے جس کی بصیرتی روشنی تجربہ گاہِ حیات میں بااعتماد ہو۔ جو چھلکتی گگریا کو بھی آسانی سے منزل فلاح تک پہنچا دے۔ یہ عہدِ واثق اصطلاح اہل ایمان وروحانیت میں بیعت اور استاد فرزانہ مرشد کہلاتا ہے۔ یہ عہدِ واثق اور استادِ فرزانہ تلاطم خیزیٔ نفس اور جارحیت شیطان سے پناہ کی تلوار اور ڈھال ہے۔ راہِ سلوک میں یہ دو قوتیں اعمال و یقین کا وہ سرمایہ نور فراہم کرتی ہیں جس سے وجودِ ایمان کو استحکام اور یقین کو حقیقت کا مشاہد نصیب ہوتا ہے۔

اس کہانی کے کردار کیا ہیں؟ افکار کا جمال کیا ہے؟ تسلسلِ عمل سے کمال کتنا نصیب ہوتا ہے؟ اور پھر عشق کی کارفرمائیاں کب زیرِ مشاہدہ آتی ہیں اور انسان میں جوہر محبت کے باطنی وظاہری اثرات کب نمایاں ہونے لگتے ہیں؟ ان سب سوالوں کے مثبت اور درست ترین جوابات کے عملی حصول کیلئے صوفیاء نے بیعت و مرشد کو نصابِ حیات کا سبقِ اولین قرار دیا ہے۔

بیعت تربیت باطنی کیلئے ایک مضبوط رشتہ اور ایک مستقل راستہ ہے جسکا دوسرا نعم البدل میسر نہیں۔ اس لئے صوفیاء کرام نے اسے لازمی قرار دیا ہے۔ بیعت

marfat.com

کے تقاضے اور فوائد محض الفاظ کی حجت سے سمجھ میں نہیں آتے جب تک عملاً اس کیلئے اقدام نہ کیا جائے۔

پیش نظر مقالہ میں جناب توصیف النبی مجددی صاحب نے بیعت کے علمی وعملی پہلوؤں کو سادہ سطحِ دلالت پر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگرچہ اس موضوع پر کتب تصوف میں علمی مواد موجود ہے لیکن ان کتب میں اختصار اور بلند سطحِ ذہنی کو پیش نظر رکھا گیا ہے اور عامۃ الناس کے مشکوک ذہنوں کیلئے کچھ آسانی میسر نہیں۔

مؤلف نے بیعت کی بنیادی حقیقت پر اپنی معروضات کی دیوار بلند کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب معظم ﷺ کی برکت سے ہماری نیت اور اعمال کو قبول فرمائے اور صالحین کی برکتوں سے نوازے۔ آمین

(پروفیسر ڈاکٹر) سید محمد قمر علی زیدی
پروفیسر شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی لاہور

marfat.com

تقریظ......☆

سیف البراہین نوجوان محقق حضرت علامہ مولانا محمد عرفان طریقتی القادری

مدیر اعلیٰ ماہنامہ بہار اسلام لاہور

"تصوف روحِ اسلام ہے۔" یہ جملہ اکثر وبیشتر سننے کو ملتا ہے، مگر اس کا صحیح معنوی ادراک اس وقت ہوتا ہے جب اس سمندر کے ماہر غواص کی صحبت میسر آتی۔ بحر تصوف میں غوطہ زن ہونے کا پہلا مرحلہ بیعت ہے۔اس کی حقیقی طور پر آشنائی ہی تعلیماتِ تصوف کو سمجھنے کی پہلی سیڑھی ثابت ہوتی ہے۔

پیر طریقت رہبر شریعت پروردۂ آغوشِ ولایت محترم جناب صاحبزادہ محمد توصیف النبی مجددی زید علمہ نے زیر نظر کتاب میں مسائلِ بیعت کو مفصل طور پر زیب قرطاس کیا ہے اور اس کو آسان سے آسان تر بنانے کی از حد کوشش کی گئی ہے۔ بیعت پر قرآن وحدیث کے دلائل کے علاوہ اس کتاب کی اہمیت اس بات سے بھی بڑھ جاتی ہے کہ اس میں شیخ اور مریدین کے آداب وشرائط کو شرح وبسط سے بیان کیا گیا ہے۔اس سے نام نہاد پیروں کو پہچاننے اور ان سے بچنے میں مدد ملے گی

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو تمام مسلمانوں کیلئے ذریعۂ اصلاح بنائے اور حضرت پیرزادہ صاحب کی علمی، عملی، روحانی، اخلاقی اور فکری خدمات کو پروانۂ قبولیت عطا فرمائے۔آمین

عبد ذالمعن محمد عرفان طریقتی القادری

مدیر ماہنامہ بہار اسلام لاہور

marfat.com

☆......مقدمه......☆

از

پروفیسر ڈاکٹر محمد نواز نوشاہی

marfat.com

☆......مقدمہ......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہ ۝ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ ۝

ترجمہ: (اے محبوب ﷺ) بے شک جولوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں، در حقیقت وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کا ہاتھوں پر ہے۔

صحابہ کرام ؓ نے حدیبیہ کے مقام پر ایک درخت کے نیچے اپنے مرشد و مربی حضور اکرم ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اللہ تعالی کو وہ بیعت اتنی پسند آئی کہ اس نے اس بیعت کو اپنی بیعت قرار دے دیا۔ اگر چہ بظاہر نبی کریم ﷺ کا ہاتھ تھا، لیکن در حقیقت یہ دست خدا تھا۔ جس طرح حضور ﷺ کی اطاعت کو اللہ تعالی کی اطاعت کہا گیا ہے، اسی طرح حضور ﷺ سے بیعت اللہ سے بیعت اور حضور ﷺ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ فرمایا گیا۔ اہل حقیقت فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی ذات وصفات سے فنا ہو کر بقا باللہ کے مقام پر فائز ہو چکے تھے اس لئے جو فعل حضور ﷺ سے صادر ہوتا در حقیقت وہ اللہ تعالی سے صادر ہوتا۔

اسلام میں جو بیعت مروج ہے کہ کسی ولی کامل کے ہاتھ پر بیعت کی جاتی ہے وہ اسی سنت کا اتباع ہے۔ اس آیت کے علاوہ اور کثیر آیات اس پر دلالت کرتی ہیں۔ علامہ اسماعیل حقی ؒ فرماتے ہیں۔ اس آیت سے بیعت کی سنت اور مشائخ

marfat.com

کبار سے اکتسابِ فیض ثابت ہوتا ہے۔ مشائخ جنہیں اللہ تعالی نے قطب ارشاد کے مقام پر فائز کیا ہے، وہ اس طرح کہ علمی تجلی سے ترقی دے کرانہیں مشاہدہ کی تجلی تک پہنچادیا جاتا ہے۔

زمانوں کے گزرنے کے ساتھ ساتھ احوال اور اعمال میں تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں۔ ہم ایسے زمانے سے گزر رہے ہیں کہ ایک طرف ایک گروہ نے دشمنان اسلام کی خواہشات کی تکمیل کے لیے تصوف کے خلاف محاذ آرائی قائم کر رکھی ہے۔ اور دوسری طرف نااہل لوگوں نے صوفیاء کرام کا لبادہ اوڑھ کر تصوف کی صورت کومسخ کردیا ہے، جن کو دیکھ کرایک معمولی عقل والے انسان کے دل میں بھی بیعت کے خلاف جذبات ابھرنے لگتے ہیں۔ شیطان کے تربیت یافتہ، دین کے ٹھیکے داروں نے معاشرے میں یہ بات بھی مشہور کررکھی ہے۔ کہ جب ہمارے پاس راہنمائی کے لئے قرآن اور حدیث موجود ہے تو پھر کسی اور راہنمائی کی کیا ضرورت ہے۔؟

بے شک قرآن وسنت کی پابندی سے انسان اعلی سے اعلی ترقی کرسکتا ہے ۔اور جس نے جو کچھ حاصل کیا ہے۔انہیں کی پابندی سے حاصل کیا ہے۔ مگر سوچنے والی بات یہ ہے کہ مقامات عالیہ مثلاً اخلاص، زہد، تقوی، ورع، توکل، صبر، رضا، تسلیم وغیرہ، کی حقیقت سے آگاہی نہ تو تفسیر وحدیث کے پڑھ لینے سے حاصل ہو تی ہے اور نہ رسمی طور پر اوامر ونواہی کی پابندی سے ان مقامات پر فائز ہوا جاسکتا

marfat.com

ہے۔ جبکہ قرآن و حدیث میں ان مقامات کو اختیار کرنے کی بار بار تاکید آتی ہے۔ عوام تو عوام رہے، وہ علماءِ شریعت جنہوں نے کسی شیخ کامل کے سامنے زانوئے ادب تہہ نہیں کیا اور ذکر و مجاہدات و ریاضت کے منازل طے نہیں کئے، انہیں مذکورہ بالا مقامات میں امتحان کر کے دیکھ لو صاف معلوم ہو جائے گا کہ وہ آیات و احادیث میں تو بال کی کھال اتار کر دکھا دیں گے۔ مگر روحانیت میں انہیں کچھ بھی بہرہ حاصل نہیں ہوتا۔ غرور، نخوت، ریا، عجب، حرص، شہوت، طلب جاہ و مال وغیرہ مہلکہ امراضِ روحانیہ میں اس طرح مبتلا ہوتے ہیں جس طرح دیگر اہل دنیا۔ اس امر واقعہ کا انکار کرنا محض دھوکا اور ہٹ دھرمی ہے کیونکہ حقیقت یہی ہے جو بیان کر دی۔

اس سے ہرگز نہ سمجھا جائے کہ ہر ایک شخص جو نام نہاد کسی شیخ سے بیعت کرے، وہ مذکورہ بالا مقامات کو یونہی طے کر لیتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ حق یہ ہے کہ اوّل تو شیخ کامل کے ہاتھ پر بیعت کی جائے شیخ کامل سے صرف وہی شخص فیض حاصل کر سکتا ہے جو تمام آدابِ سلوک کا عملاً پابند ہو اور مجاہدات و ریاضات میں اپنی عمر کا ایک حصہ صرف کرے ورنہ صرف ظاہری احکام شریعت کی پابندی جس کا اثر باطن پر کچھ نہ ہو، محض رسم و عادت ہے جس کی اہل حقیقت کے سامنے قدر و قیمت نہیں۔

تاریخ کے اوراق الٹنے سے پتہ چلتا ہے کہ محدثین اور علماءِ ظاہری کی ایک

marfat.com

جماعت گزری ہے جنھوں نے ایک عرصہ تک صوفیاء کی جماعت سے اختلاف رکھا مگر بعد میں جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بصیرت عطا فرمائی تو اپنے رویے سے تائب ہوئے اور صوفیا کرام کی جانب رجوع کیا۔ شیخ عزالدین محدث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو مشاہیر علماء میں سے ہیں، صحبت مشائخ سے قبل نہایت اصرار اور تعصب کے ساتھ کہا کرتے تھے۔ ''یہ (صوفیاء) کیا بدعات پھیلانے والا فرقہ ہے۔ بھلا کتاب سنت کے ہوتے ہوئے شیخ کی کیا ضرورت ہے؟'' مگر ایک موقع پر مصر میں بڑے بڑے محدثین وفقہاء مثلاً شیخ تقی الدین اور شیخ مکین الدین کی مجلس میں حاضر ہونے کا موقع ملا تو امام قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ کے رسالئہ تصوف کی بعض عبارات میں گفتگو پیش آ گئی۔ اتنے میں شیخ ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لے آئے۔ چونکہ آپ مشائخ وقت میں سے تھے، سب نے استدعا کی کہ آپ اس کے متعلق کچھ فرمایئے، آپ نے جواب دیا کہ اس قدر ماہرینِ کتاب وسنت کے ہوتے ہوئے میرے بولنے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر بار بار اصرار پر آپ نے ان مقامات کی ایسی تشریح کی کہ شیخ عزالدین بے اختیار پکار اٹھے کہ سنو سنو یہ وہ کلام ہے جو ابھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے نازل ہوا ہے۔ اور یہ وہ کلام ہے جس سے حقانیت کے انوار مہکتے نظر آتے ہیں۔

حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی غوث الاعظم ﷺ نے اس مسئلہ پہ خوب بحث کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ شروع سے اللہ تعالیٰ نے روحانی تربیت کا سلسلہ یو

marfat.com

ں قائم کیا ہے کہ ایک فیض دیتا ہے، دوسرا فیض حاصل کرتا ہے۔اور یہ قیامت تک جاری رہے گا۔اور یہ امر نہایت ہی شاذ و نادر ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بلا کسی مربی کی تربیت کے مقامات عالیہ تک ترقی دے۔مزید فرماتے ہیں کہ بغیر تربیت شیخ کوئی شخص مدارجِ سلوک پر ترقی نہیں کر سکتا لہذا مرید کو اس وقت تک شیخ کی صحبت سے علیحدہ نہیں ہونا چاہئے جب تک۔منزلِ مقصود (وصالِ الٰہی) تک پہنچ نہ جائے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو بھی پہلے صوفیاء کرام سے اعتراض رہا مگر بعد میں رجوع فرمالیا۔امام احمد شروع شروع میں اپنے بیٹے کو بڑے زور سے یوں نصیحت کیا کرتے تھے کہ بیٹا دیکھنا کہیں ان لوگوں کی صحبت میں جنہیں صوفیا کہتے ہیں نہ بیٹھنا کیونکہ یہ لوگ شریعت کے احکام سے بے خبر ہوتے ہیں۔سوتم علم حدیث کے سوا کسی کام میں نہ لگنا۔مگر امام صاحب جب حضرت ابوحمزہ بغدادی علیہ الرحمہ کی مجلس میں بیٹھنے لگے اور آپ کی آنکھیں کھلیں اور دقائق شریعت آپ سے حل کرانے لگے تو بیٹے کو یوں کہا کرتے کہ "بیٹا دیکھنا کہیں ان لوگوں پر جنہیں صوفیا کہتے ہیں سوءِ ظن (براگمان) نہ کرنا اور کبھی ان کی صحبت سے غافل نہ ہونا، کیونکہ یہ ان اسرار و معارف کے خزانوں پر دسترس رکھتے ہیں جن سے ہم لوگ بے بہرہ ہیں۔ یہ لوگ حقیقی علوم اور خشیت الٰہی اور زہد و اخلاص کے ان خزانوں کے مالک ہیں جنہیں علماء فقہ و حدیث اپنی ہزاروں کتب سے بھی حاصل نہیں کر سکتے۔" الغرض ائمہ اربعہ چاروں کے چاروں علماءِ باطن بھی تھے۔اور اس عالم سے کوچ فرمانے سے قبل

marfat.com

اوتاد کے مرتبہ پر فائز ہو چکے تھے۔ امام غزالی علیہ الرحمہ بھی انہیں علما میں سے ہیں جنھیں شروع شروع میں صوفیا سے اعتراض تھا مگر بعد میں رجوع فرمایا اور اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔

قابل صد احترام پیر طریقت صاحبزادہ توصیف النبی صاحب نے بیعت کی حیثیت وافادیت پر ایسی کتاب تصنیف کی ہے جس میں طالبان راہ حق کے لیے مکمل راہنمائی موجود ہے۔ بیعت ایک ایسا ضروری عمل ہے کہ جس کے بغیر انسان اپنے مقصد حیات میں کامیابی سے ہم کنار نہیں ہو سکتا۔ تاریخ گواہ ہے کہ ماضی میں کسی ایک ایسے بزرگ کا نام نہیں ملتا کہ جو کسی بزرگ کی بیعت کیے بغیر بلند رتبے پر فائز ہو گیا ہو۔ جس قدر بزرگ اب تک ہوئے ہیں ہر ایک نے کسی نہ کسی سے بیعت ضرور اختیار کی ہے۔ محترم پیرزادہ صاحب نے قرآن و حدیث، عمل صحابہ کرام ﷺ اور قوال و اعمال مشائخ کرام رحمتہ اللہ علیہم کی روشنی میں بیعت کی مشروعیت کو بیان کیا ہے۔

آج کا دور فتنوں کا دور ہے۔ جس قدر سالک طریقت کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں مرشد کامل کی ضرورت ہے اس سے کہیں زیادہ اسے جانچ پڑتال اور حق و باطل اور کامل و ناقص کے درمیان تمیز کی ضرورت ہے کیونکہ گندم نما جَو فروش، آدم صورت دیو سیرت جھوٹے ریاکار، دکاندار مشائخ دنیا میں ہر طرف بکثرت پھیلے ہوئے ہیں۔ طالب حق کو تاریکی میں لکڑیاں جمع کرنے والے کی طرح نہیں ہونا

marfat.com

چاہیے ورنہ کبھی سانپ کو لکڑی سمجھ کر ہاتھ لگا لے گا اور ہلاک ہو جائے گا۔ اللہ تعالی کے خالص کامل بندے دنیا میں مثل عنقاء بہت کم یاب ہیں اور جھوٹے دکاندار، مکار، ریا کار شکاری بے شمار ہیں۔ یہ شیطانی صفات لوگ سلیمانی لباس پہن کر تخت مشیخت پر جلوہ افروز ہو گئے ہیں اور نادان اور سادہ لوح لوگوں کے دلوں پر حکومت کر رہے ہیں۔ یہ مکار دکاندار، طرح طرح کے کرشموں سے لوگوں کو فریب دیتے ہیں۔ بعض نے فقراء کے خالی لباس سے، بعض نے صوفیانہ شکل وشباہت اور طرزِ ادا سے، بعض نے زبانی قیل وقال یعنی تصوف پر عالمانہ گفتگو اور سابقہ اولیاء کے قصے کہانیوں سے اور بعض نے اپنے خاندانی تقدس اور نسب ونسل کے بل بوتے پر مشائخی اور بزرگی کی دکان چمکا رکھی ہے۔ پیرزادہ صاحب نے اس کتاب میں اس حوالے سے وہ مکمل راہنما اصول بیان کر دیئے ہیں۔ جن کو پڑھ کر طالب حق، نقالوں سے بچ کر شیخ کامل کی تلاش میں کامیاب ہوسکتا ہے۔

پیرزادہ نے عنوان ''ضرورت شیخ'' کے تحت سورۃ المائدۃ کی آیت نمبر 35 کو بطورِ استدلال سب سے پہلے درج کیا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○

ترجمہ: اے ایمان والو! ڈرو اللہ تعالی سے اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں مجاہدہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

marfat.com

اس آیت میں چونکہ خطاب ہی ایمان والوں سے کیا جا رہا ہے، اس لیے ظاہر ہے کہ وسیلہ ایمان کے علاوہ کوئی اور چیز ہے۔ اس آیت میں تقوی اختیار کرنے اور مجاہدہ کا ہی حکم دیا گیا ہے چنانچہ وسیلہ، ایمان، تقوی اور مجاہدہ کے علاوہ کسی اور چیز کا نام ہی ہوسکتا ہے۔ اولیائے کرام کا فیصلہ ہے کہ وسیلہ سے مراد شیخ کامل کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوسکتا ہے۔ لیکن منکرین تصوف کہتے ہیں، یہاں وسیلے سے مراد نیک اعمال ہیں۔ ان کے اس خیال کے رد میں شاہ عبدالعزیز محدِث دہلوی فرماتے ہیں کہ

''اگر نیک عمل وسیلہ ہے تو شیخ بہ درجہ اولی وسیلہ ہوتا ہے کیونکہ مرید کے سارے کے سارے نیک کام اس کے مرشد کے سبب وجود میں آتے ہیں۔''

علامہ ابن منظور، بایزید بسطامی، جنید بغدادی، خواجہ معین الدین چشتی، نظام الدین اولیاء، مجدد الف ثانی، مولانا روم، عطار (رحمہم اللہ) کے علاوہ تمام اولیائے کرام (قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ) اس آیت میں مذکور لفظِ وسیلہ سے مراد شیخ کامل کو ہی لیتے ہیں۔ غور کرنے کی بات ہے کہ دنیا کے کسی علم وفن کو سیکھنا ہو تو اس علم وفن کے ماہر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس علم وفن کا خاص نصاب اور سیکھانے کے لیے خاص ماحول کی ضرورت ہوتی ہے۔ دنیا کی مختلف یونیورسٹیز میں بے شمار علوم وفنون پڑھائے اور سکھائے جا رہے ہیں۔ ایک یونیورسٹی میں مختلف شعبے ہوتے ہیں جن میں متعلقہ علوم وفنون کے ماہرین طلبہ کو پڑھاتے سکھاتے ہیں، اسلام

marfat.com

ایک جامع یونیورسٹی ہے جو بے شمار شعبہ ہائے علوم وفنون پر مشتمل ہے۔ ان میں سے ایک شعبہ علم روحانیت ہے۔ جسے تصوف بھی کہا جاتا ہے۔ تصوف، اسلام کی روح ہے۔ اسلام کا حسن وجمال ہے۔ اسلام کا کمال ہے "اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ" (یادرکھو خالص عبادت اللہ ہی کے واسطے ہے۔) کی تصدیق ہے۔ اس شعبے کا سربراہ امام سلسلہ کہلاتا ہے اور اس علم کے سکھانے والے، مشائخ کہلاتے ہیں۔ انہی لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالی اپنے کلام پاک میں یوں فرماتا ہے۔

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ○

ترجمہ: ایسا شخص جو کہ پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کہ زندہ کیا اور ہم نے اس کو ایک ایسا نور دیا کہ اس کو لیے ہوئے لوگوں میں چلتا پھرتا ہے۔ کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کی حالت یہ ہو کہ وہ ایسی تاریکیوں میں پھنسا ہو اہے جن سے کہ وہ نکلنے نہ پاتا ہو۔

انہی کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ "جو شخص کسی ولی اللہ سے عداوت رکھے یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ کی، بے شک اللہ دوست رکھتا ہے نیک کام کرنے والوں کو پرہیزگار اور پوشیدہ حالوں کو۔ ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں۔ (ابن ماجہ)

marfat.com

جس ماحول میں تصوف کی تعلیم دی جاتی ہے اسے خانقاہ کہا جاتا ہے یہ خانقاہیں، روحانیت کے سکول، کالجز اور یونیورسٹیاں ہیں، ان روحانی سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں باطنی تعلیم کے لیے مسلسل محنت وکوشش کرتے کرتے طلبہ عقل کل اور باطنی حواس پیدا کر لیتے ہیں۔ اور درجہ عین الیقین کو پہنچ جاتے ہیں۔ چنانچہ اس دنیا میں آخرت کے بھاری امتحان کے خوف اور فیل ہونے کے حزن وغم سے نجات پالیتے ہیں۔ انہیں لوگوں کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا:

"اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ"

"خبردار! بے شک اللہ کے اولیا، ان کے لیے نہ خوف ہے نہ غم۔"

غرض باطنی علوم کے لیے تزکیہ نفوس کے مدرسے، تصفیہ قلوب کے مکتب اور ارواح و اسرار کے کالج و یونیورسٹیاں علیحدہ ہیں۔ جن لوگوں کو کبھی بھولے سے بھی ان باطنی سکولوں اور روحانی کالجوں کی طرف گذر نصیب نہیں ہوا وہ ہوا وہوس کے بندے ان باطنی علوم اور غیبی اسرار اور ان کے روحانی استادوں اور پروفیسروں کو کیا جانیں؟ اور اس باطنی روحانی دنیا کا انکار نہ کریں تو اور کیا کریں؟

مشائخ کبار نے شعبہ تصوف کے لیے قرآن و حدیث پر مشتمل مکمل نصاب تیار کیا ہے۔ جس میں مہارت حاصل کیے بغیر طالب علم سند خلافت اور خرقہ خلافت کا اہل نہیں بنتا۔ یہ نصاب مختلف مدارج پر مشتمل ہے۔ جنہیں سلوک کے مقامات کہا جاتا ہے۔ محترم پیرزادہ صاحب نے اس نصاب کو درج ذیل عنوانات

marfat.com

کے تحت کتاب میں بیان کیا ہے۔

۱۔توبہ ۲۔ورع ۳۔زہد ۴۔فقر ۵۔صبر ۶۔توکل ۷۔ایثار ۸۔رضا

پیرزادہ صاحب نے قرآن وحدیث اور اقوالِ مشائخ کی روشنی میں ان مقامات کی خوب وضاحت کی ہے۔

شیخ کامل سے بیعت کا حقیقی مقصد اللہ تعالی کی طرف راہنمائی اور ماسویٰ سے اعراض ہے، جس کے باعث مرید پر نورِ حق نازل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ وہ اندرونی نجاستوں سے پاک ہونا، باطنی اسرار ورموز اور اشغال روحانیت سیکھتا ہے۔اس تربیت سے مرید کو عشق الٰہی، عشق مصطفوی ﷺ حاصل ہونے کے ساتھ مشاہدہ باطن شروع ہونے لگتا ہے اور سلوک کی لامتناہی منزل کا راہی بن جاتا ہے۔

بیعت کی صورت میں طریقت کے اعتبار سے مرید کی تربیت کی جاتی ہے ۔اپنی ذات کی صفائی کرنا، رذائل کو دور کرنا، نفس کا تزکیہ، قلب کا تصفیہ اور روح کا تجلیہ کرنا، سرِّ خداوندی کا متحمل ہونا، اخلاق مصطفوی ﷺ کا عکس بننا اور وصالِ الٰہی حاصل کرنا بیعت کے مقاصد میں شامل ہے۔ مرید بالاخر تلاش حق اور مقامات فتح حاصل کرنے کے بعد پیر ومرشد کے نور کا وارث بنتا ہے۔ محترم صاحبزادہ صاحب نے ان مقاصد بیعت کو دو مراحل میں بیان کیا ہے۔

پہلا مرحلہ : ۱: تزکیہ نفس، ۲: صفائے قلب، ۳: اطاعت حق پر مشتمل ہے جبکہ دوسرے مرحلے میں یہ تین مقاصدِ بیعت بیان کیے ہیں۔

marfat.com

۱۔ محبت الٰہی ۲۔رضائے الٰہی ۳۔معرفت الٰہی

شیخ کامل کی زیرنگرانی ایک خاص ماحول میں مشائخ کے وضع کردہ طریق تربیت کے تحت تربیت پانے والا مرید جب کامیابی سے ہم کنار ہوتا ہے تو مشاہدہ حق کے رتبہ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔اس پرانوارالٰہی کی بارش ہوتی رہتی ہے۔جس کی برکت سے من جانب اللہ وہ بصیرت پاتا ہے۔جس سے دوسرے لوگ محروم ہوتے ہیں۔کتاب ھذا میں بیعت کے فوائد کے تحت ان فوائد کا ذکر کیا گیا ہے۔جو بیعت کرنے اور تعلیمات تصوف پر عمل کرنے سے سالک کو حاصل ہوتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

marfat.com

باب اول

☆......لفظ بیعت کی لغوی واصطلاحی تشریح

☆......تحقیق بیعت

☆......بیعت کی اقسام

☆......بیعت کے اسباب

marfat.com

لفظ بیعت کی لغوی واصطلاحی تشریح: (۱)

بیعت کا لفظ بیع سے ہے جسے خرید و فروخت میں استعمال کیا جاتا ہے ۔اسلامی بیعت میں یہ لفظ اس لئے استعمال ہوتا ہے کہ ایک گونہ انسان اپنی ذات کو ذاتِ حق جل وعلا کے لئے فروخت کر دیتا ہے۔خرید وفروخت کی تکمیل کے لئے نیت کافی نہیں ۔فروخت کرنے والے کا صرف دل میں خیال کر لینا کہ میں فلاں چیز فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کروں گا اور خریدنے والے کا دل میں خیال کر لینا کہ میں فلاں چیز فلاں شخص سے خریدوں گا۔اور اس کو یہ قیمت دوں گا۔عمل خرید و فروخت کے لئے کافی نہیں۔ جب تک اظہار نہ ہو اور اس پر عمل کا جامہ نہ پہنایا جائے۔ جان و مال کو اللہ کے ہاتھ فروخت کرنے کے لئے صرف نیت کافی نہیں بلکہ عمل کے ذریعے اس نیت کے اظہار کی ضرورت ہے۔اپنی جان اور اپنے مال کو خدا کے ہاتھ فروخت کر دینا اصل بیعت ہے۔ حقیقت میں سب کچھ حق تعالیٰ ہی کا ہے۔ جان بھی اسی کی ہے۔جسم بھی اسی کا ہے اور مال بھی اسی کا ہے۔ بندہ جب خدا کی ملکیت پر چھاپا مارتا ہے ۔خدا کی ملک کو اپنی چیز سمجھنے لگتا ہے اور اپنے نفس کی خواہش کے مطابق اس کے استعمال میں مصروف ہو جاتا ہے تو وہ اپنے حقیقی ملک کی مملکت ہونے کے باوجود علم بغاوت بلند کرتا ہے لیکن جب اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے تو وہ اپنی بغاوت سرکشی سے نادم ہو کر اصلاح کرتا ہے۔ جب اپنے دل میں ہر چیز کو خدا کی سمجھا جائے اور فرمانبردار عبد کی طرح خدا کی رضا کے سامنے سر تسلیم خم

marfat.com

کر دیا جائے تو اس رجوع الی اللہ کو بیعت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کوئی چیز کسی کو پیش کی جاتی ہے اور اس کے بدلہ میں دوسری چیز لی جاتی ہے تو اس لین دین کو بیع کے نام سے پکارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس بیع کا آغاز رسول کریم ﷺ کی وساطت سے ہو چکا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے صحابہ اکرام کی تربیت فرمائی ہے۔ حضور ﷺ کے بعد یہ سودا ہمیشہ اس متقی اور برگزیدہ شخص کی وساطت سے عمل میں لایا گیا جو سنجیدہ اور اس کا اہل تھا۔ نفس امارہ کا توبہ کرنے اور خدا کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کو ہی بیعت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جب کوئی شخص اپنے گندے خیالات اور فسق و فجور سے توبہ کرتا ہے اور اعضاء و جوارح کو توبہ اور رضا و رغبت کے ساتھ اللہ کریم کے حوالے کرتا ہے تو اس کے عوض اللہ تعالیٰ اپنی رضا و خوشنودی عطا فرماتا ہے یہ ہی بیعت ہے جو کہ ایک معاہدے کی صورت میں مرشد کی وساطت سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ طے کیا جاتا ہے۔ یہ ہی وہ طریقہ ہے جو کہ رسول کریم ﷺ کے بعد آپ کے صحابہؓ اور ان کے بعد صوفیاء کرام نے جاری رکھا۔

تحقیق بیعت:

صوفیائے اکرام نے بیعت کو سنت قرار دیا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے آنحضور ﷺ سے بیعت کے ذریعے یقیناً قربِ خداوندی حاصل کیا۔ مگر کسی شرعی دلیل سے یہ بات ثابت نہیں کہ بیعت نہ کرنا گناہ ہے اور اس پر اختلاف بھی نہیں ہے۔ بیعت کے واجب نہ ہونے پر اجماع ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سنت اور طریقہ یہ ہے

marfat.com

کہ اس نے نفس میں مخفی امور کو ظاہری افعال واقوال سے وابستہ کر دیا ہے۔ زبان کو دل اور ضمیر کا ترجمان قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور قیامت کی تصدیق قلبی مخفی امر ہے۔ چنانچہ یہاں اقرار کو تصدیق قلبی کا قائم مقام بنا دیا گیا ہے۔ اس طرح خریدار اور دوکاندار کا خریدی جانے والی چیز پر رضامندی یا سودا اور اصل دلی معاملہ ہے۔ توبہ یعنی گناہوں سے محفوظ رہنے کا ارادہ اور تقوی کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنا ایک پوشیدہ اور قلبی معاملہ ہے۔ اس لئے بیعت کا اقرار اس کی پختگی کا قائم مقام بنا دیا ہے۔ خلافت راشدہ کے بعد جب سلطنت میں وسعت ہوتی رہی تو بیعت کو ترک کر دیا گیا۔ بنو امیہ اور بنو عباسیہ میں بھی حکمرانوں کی نااہلی اور لاپرواہی کی وجہ سے بیعت کا سلسلہ ختم ہو رہا۔ مگر صوفیائے کرام میں بیعت اور خرقہ پوشی کا سلسلہ جاری وساری رہا۔ جب سلاطین سے بیعت متروک ہوگئی تو صوفیاء نے اس سنت کو زندہ کیا۔ احادیث میں یہ بات ملتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے مختلف مقاصد کے لئے بیعت لی۔ رسول اکرم ﷺ نے بعض دفعہ ارکان اسلام کی اقامت پر بیعت لی۔ بعض دفعہ آپ نے سنت کی پیروی پر بیعت لی۔ آپ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے مسلمانوں کی خیر خواہی کے لئے بیعت لی۔ اسی طرح آپ نے انصار کی ایک جماعت سے اس بات پر بیعت لی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی کی پرواہ نہیں کریں گے اور کسی کا خوف دل میں نہیں لائیں گے۔ اور کسی حال میں حق کا دامن نہیں چھوڑیں گے۔ آپ نے انصار کی عورتوں سے بھی بیعت لی کہ وہ

marfat.com

میت پر بین نہیں کریں گی۔ ان کے علاوہ کئی اور امور پر بیعت لی گئی ہے۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ بیعت، تزکیہ نفس، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیلئے بھی ہے۔ دائرہ اسلام میں داخل ہونے پر بیعت، بعد والے خلفاء کے دور میں متروک رہی۔ اسی طرح خلفائے راشدین کے زمانے میں بھی اسلام کی بیعت نہیں ہوئی تاہم اس کی وجہ یہ تھی کہ خلفائے راشدین کے دور میں قبول اسلام شان وشکوہ اور حق کے دبدبے اور وقار کی بنا پر تھا۔ جبکہ بعد والے بادشاہوں کے زمانے میں بیعت اسلام اس بنا پر متروک رہی کہ ان میں سے اکثر ظالم اور بد کردار تھے۔ انہیں احیائے سنت اور اقامت دین سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ البتہ اس زمانے میں مشائخ وصوفیاء، بیعت کی بجائے خرقہ پوشی سے دینی مقاصد حاصل کرتے رہے۔ بعد والے دور میں یہ رسم ختم ہوئی تو مشائخ وصوفیاء نے موقع غنیمت جان کر سنت بیعت کو دوبارہ لازم پکڑ لیا۔ (۲)

اقسام بیعت:

بیعت کی چند اقسام ہیں مثلاً بیعتِ اسلام، بیعتِ خلافت، بیعتِ ہجرت، بیعتِ جہاد، بیعتِ تقویٰ، بیعتِ تَمَسُّك بِالسُّنَّة، بیعتِ شوقِ زیادتی عبادت وغیرہ۔ وہ جملہ امور جو تزکیۂ نفس اور تصفیۂ باطن سے متعلق ہیں اور تقرب اِلیٰ اللہ کا ذریعہ بنتے ہیں، بیعت تصوف میں شامل ہیں۔ (۳)

بیعت اسلام:

marfat.com

خلفائے راشدین کے دور میں بیعت اسلام ختم ہو گئی تھی اس کی وجہ تھی کہ کثرت کے ساتھ لوگ اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ یہ فرق معلوم نہ ہوتا تھا کہ کون اللہ کے لئے بیعت کر رہا ہے اور کون غلبہ اسلام کی وجہ سے داخل ہو رہا ہے۔ دور بنی امیہ اور بنو عباس میں بیعت نے اس لئے رواج نہ پکڑا کہ حکمران فاسق اور ظالم تھے۔

بیعت تقویٰ:

بیعت تقویٰ بھی خلفائے راشدین کے زمانے میں متروک ہو چکی تھی۔ قربِ زمانہ رسالت مآب ﷺ کے لوگ بکثرت اخذِ انوار اور فیضان باطن سے مالا مال تھے۔ اسلامی فتوحات کی وسعت نے خلافت کی ذمہ داریوں کو ایک بارِ عظیم بنا دیا تھا اور جدید معاملات لازمی طور پر ان کی توجہات کو اپنی طرف کھینچتے تھے۔ اس متبرک زمانے کے ختم ہونے کے چند روز بعد تک بھی یہ بیعت اپنی اصلی شکل میں جاری نہ ہو سکی۔ کیونکہ خوف تھا کہ اس سے فتنہ و فساد نہ بھڑک اٹھے۔ اور ایسا نہ ہو کہ اس بیعت پر بیعت خلافت کا گمان کیا جائے اور اس غلط گمانی کی بنا پر لوگوں کو ناحق ایذا پہنچائی جائے۔ چنانچہ اس زمانے میں صوفیائے کرام نے خرقہ دینے کو قائم مقامِ بیعت قرار دیا تھا۔ لیکن جب ایک مدت بعد ملوک اور سلاطین سے رسم بیعت معدوم ہو گئی اور وہ تمام اندیشے جاتے رہے تو حضرات صوفیاء نے اس مردہ سنت کو زندہ کیا۔ اور بیعت تقویٰ کو جاری کر دیا۔ صوفیائے کرام ہی کے اسے زندہ

marfat.com

کرنے کی بناپر بیعت تقوی اِنقِطَاعُ عَنْ مَّا سِوَی اللّٰہِ (اللہ تعالیٰ کے سواہر چیز سے منقطع ہو جانا) کے دیگر لوازمات کو اپنے ساتھ شامل کر کے بیعت تصوف کے نام سے مشہور ہوگئی۔

بیعت برکت: (۴)

صرف تبرک کے لئے داخل سلسلہ ہو جانا۔ موجودہ زمانے میں عام بیعتیں یہی ہیں وہ بھی نیک نیتوں کی ورنہ اکثر لوگوں کی بیعت دنیاوی اغراض فاسدہ کے لئے ہوتی ہے اس بیعت کے لئے شیخ، اتصال کی شرائط اربع کا جامع ہو۔ محبوبان خدا کے غلاموں کے دفتر میں نام لکھا جانا اور ان سے سلسلہ متصل ہو جانا سعادت ہے۔ اس کے چند فوائد ہیں۔

اول: ان خاص خاص غلاموں اور سالکین راہ سے مشابہت پیدا ہو جانا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ" ترجمہ: جو جس قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ انہیں میں سے ہے۔ سیدنا شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ عوارف المعارف میں فرماتے ہیں۔

"وَاعْلَمْ اَنَّ الْخِرْقَةَ خِرْقَتَانِ۔ خِرْقَةُ الْاِرَادَةِ وَخِرْقَةُ التَّبَرُّکِ۔ وَالْاَوَّلُ الَّذِیْ قَصَدَہُ الْمَشَائِخُ لِلْمُرِیْدِیْنَ۔ خِرْقَةُ الْاِرَادَةِ۔ وَخِرْقَةُ التَّبَرُّکِ تُشَبِّہُ بِخِرْقَةِ الْاِرَادَةِ فَخِرْقَةُ الْاِرَادَةِ لِلْمُرِیْدِ الْحَقِیْقِیِّ وَخِرْقَةُ التَّبَرُّکِ لِلْمُتَشَبِّہِ وَمَنْ

marfat.com

تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ۔

(جان لو کہ خرقہ دو طرح کا ہوتا ہے، خرقۂ ارادت اور خرقۂ تبرک۔ اول یعنی خرقۂ ارادت وہ ہے جو مشائخ مریدوں کو دیتے ہے اور خرقۂ تبرک، خرقۂ ارادت کے مریدین سے مشابہت پیدا کرنے کیلئے ہوتا ہے اور جو جس قوم سے مشابہت رکھتا ہے وہ انہیں میں سے ہوتا ہے۔)

ثانیا: ان غلامان خاص کے ساتھ ایک مسلک میں منسلک ہونا۔

ثالثا: محبوبان خدا رحمت ہیں۔ وہ اپنا نام لینے والے کو اپنا کر لیتے ہیں اور اس پر نظر رحمت رکھتے ہیں امام یکتا سیدی ابو الحسن بہجۃ الاسرار میں فرماتے ہیں۔ حضور پر نور سیدنا غوث اعظم سے عرض کی گئی اگر کوئی شخص حضور کا ہم نام ہو اور اس نے نہ حضور کے دست مبارک پر بیعت کی ہو نہ حضور کا خرقہ پہنا ہو کیا وہ حضور کے مریدوں میں شمار ہوگا؟ فرمایا جو اپنے آپ کو میری طرف منسوب کرے اور اپنا نام میرے دفتر میں شامل کرے اللہ اسے قبول فرمائے گا اور اگر وہ کسی ناپسندیدہ راہ پر ہو تو اسے توبہ دے گا۔ وہ میرے مریدوں کے زمرے میں ہے اور بے شک اللہ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے مریدوں اور ہم مذہبوں اور میرے ہر چاہنے والے کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

بیعت ارادت: (۵)

marfat.com

اپنے ارادہ واختیار سے یکسر باہر ہو کر اپنے آپ کو شیخ، مرشد، ہادیٔ برحق، واصل عشق کے بالکل سپرد کردے۔ اسے مطلقا اپنا حاکم ومالک ومعترف جانے اس کے چلانے پر راہ سلوک چلے۔ کوئی قدم بھی اس کی مرضی کے خلاف نہ رکھے۔ اس کی کسی بات پر دل میں بھی اعتراض نہ لائے۔ اپنی ہر مشکل اس پر پیش کرے۔ غرض اس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ ہو کر رہے۔ یہی بیعتِ سالکین ہے اور یہی مقصودِ مشائخ ومرشدین ہے۔ اللہ عزوجل تک پہنچاتی ہے۔ یہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم سے لی۔ سیدنا عبادہ بن صامت انصاری فرماتے ہیں۔

"بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰی السَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ فِیْ الْعُسْرِ وَ الْیُسْرِ وَ الْمُنْشَطِ وَالْمُکْرَہِ وَاَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَھْلَہٗ۔" ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ ہر آسانی ودشواری ہر خوشی وناگواری میں حکم سنیں گے اور اطاعت کرینگے اور صاحب حکم کے کسی حکم میں چون وچرا نہ کریں گے۔ شیخ ہادی کا حکم رسول کا حکم ہے اور رسول کا حکم اللہ کا حکم اور اللہ کے حکم میں مجالِ دمِ زدن نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ بعض اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالہ مبینا۔

کسی مسلمان مرد وعورت کیلئے جائز نہیں کہ جب اللہ ورسول کسی معاملے

marfat.com

میں کچھ فرمادیں تو انہیں (یعنی مومنوں کو) اپنے کام کا کوئی اختیار رہے اور جس نے اللہ ورسول کی نافرمانی کی وہ کھلا گمراہ ہوا۔

عوارف المعارف میں ارشاد فرمایا۔ "**دخوله فی حکم الشیخ دخوله فی حکم الله رسوله ،واحیاء سنة المبایعة**"۔ شیخ کے زیر حکم ہونا اللہ ورسول کے زیر حکم ہونا ہے اور اس بیعت کی سنت کا زندہ کرنا۔ نیز فرمایا "**ولا یکون هذا الا لمرید حصر نفسه مع الشیخ وانلح من ارادة نفسه وفنی فی الشیخ بترك اختیار نفسه**"۔ یہ نہیں ہوتا مگر اس مرید کے لئے جس نے اپنی جان کو شیخ کی قید میں کر دیا اور اپنے ارادے سے باہر آیا اپنا اختیار چھوڑ کر شیخ میں فنا ہو گیا۔

اسباب بیعت:

صوفیاء کے ہاں نظام تربیت کے لئے کسی بھی مبتدی کو ایک خاص ماحول میں رکھا جاتا ہے اور یہ خاص ماحول ایک جامد، منظم باہمت تربیت اور پختہ یقین والا فرد تیار کرتا ہے۔ صوفیاء کے ہاں ایسی مضبوط تربیت سے گزارنے کے لئے ایک عہد لیا جاتا ہے۔ عہد یہ ہوتا ہے کہ میں آئندہ اچھائیوں پر کاربند رہوں گا، برائیوں سے بچتا رہوں گا۔ اور گزشتہ گناہوں سے میں توبہ کرتا ہوں۔ اس عہد کا نام بیعت ہے۔ بیعت کرنے کے بعد وہ شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا پابند ہو جاتا ہے اور شیخ، تقدیر اور تدبیر کے معمولات کو عملاً مرید پر واضح کرتا چلا جاتا ہے۔ یہ

marfat.com

بیعت کی ابتدائی شکل ہے حقیقی بیعت اس عہد کو کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص گناہوں سے نہایت پختہ توبہ کر کے ذات حق کی تلاش میں اپنے مربی کے بتائے ہوئے اُصول وضوابط کی پابندی شروع کر دیتا ہے۔ اور اپنے اس نصاب کی عملی تکمیل کے لئے اپنے ظاہر و باطن کو وقف کر دیتا ہے۔ اور اپنے رب کے سامنے ایسے ہو جاتا ہے جیسے مردہ غسّال کے سامنے۔ اور بیعت میں یہ انتہا درجے محبت اور وفا کا مظہر ہوتا ہے۔ بیعت کرنے کے بہت سے مقاصد ہوتے ہیں اُس میں امور کے معاملات اور آخرت کے مشکل وقت میں کامیابی کے لئے محنت اور ریاضت کے علاوہ یقین کی پختگی پر زور دیا جاتا ہے۔ گویا بیعت کا مطلب ایک ایسے نظام تربیت کو قبول کرنا ہے جس میں ظاہر و باطن اور اخلاق کے معاملات سنورتے ہیں اور انسان زندگی کے انہی مقاصد کو مکمل کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ بیعت ایک اخلاقی اور مذہبی مسنون طریقہ ہے جس طریقے سے ہمیں تربیت کے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ بیعت انتہا درجے کی کردار سازی کی بھی ضمانت دیتی ہے۔ قرآن مجید میں جا بجا تربیت کے استحکام کے لئے بڑے اور چھوٹے افراد کی باہمی صحبت اور رفاقت کو اہمیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ صوفیانہ مسلکوں کی مروّجہ بیعت ہمارے تدریسی نظام سے مختلف نظر آتی ہے بعض لوگوں نے علم تفسیر پڑھنا پڑھانا اور بعض لوگوں نے فن حدیث کو مستقل شغل سمجھا۔ صاحبانِ فقہ نے اپنے علم وفن کی مشغولیت کو کل دین سمجھا۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی دینی علم یا فن کی اہمیت کا

marfat.com

انکار کرنا دراصل حقیقت سے منہ پھیرنا ہے۔ علم سے لے کر فن تک، فن سے لے کر فکر تک، فکر سے لے کر عمل تک، عمل سے لے کر تبلیغ تک، تبلیغ سے لے کر اسلامی معاشرے کی تشکیل تک تمام مراحل اپنی جگہ اہمیت کے حامل ہیں۔ ان حقائق میں باہمی ارتباط نہایت ضروری ہے۔ محض علم وخبر کو اور فکر وفن کو عملی معاشرے کے لئے کافی قرار دینا پانی پر لکیر کھینچنے کے مترادف ہے۔ قرآن نے ایک بہت بڑا نا قابل تردید اصول بیان فرمایا ہے۔ ''جیسا کہ بھیجا ہم نے تم میں رسول تم میں پڑھتا ہے تمہارے آگے آیتیں ہماری اور پاک کرتا ہے تم کو اور سکھلاتا ہے تم کو کتاب اور حکمت اور سکھلاتا ہے تم کو جو تم نہ جانتے تھے (۶)''۔

آیت مذکورہ میں تلاوت کو علیحدہ، علم کو علیحدہ، حکمت کو علیحدہ اور تزکیہ نفس کو علیحدہ بیان کیا گیا ہے۔ گویا ایمان وعمل کی دنیا کی یہ چار حقیقتیں اور دین کی چار اصطلاحات ہیں۔ ان میں سے سب سے بلند، مشکل ترین اور مقصود دین، تزکیہ نفس ہے۔ تلاوت کتاب اور حکمت تبھی مفید ثابت ہو سکتی ہے جب انسان کا باطن پاکیزگی حاصل کر لے۔ اگر باطن کو پاکیزگی حاصل نہ ہو تو پھر علم وحکمت اور تعلیم کتاب بالکل ایک جسدِ بے روح ہو جاتی ہے۔

زبان سے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل ونگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں (۷)

روح کی پاکیزگی کے حصول کے لئے اور باطن کو روشن کرنے کے لئے

marfat.com

زبان کے اقرار سے لے کر فکر وعمل کی دنیا کو یادِ الٰہی سے مامور کرنے کے جتن کیے گئے اس کے باوجود اگر پاکیزگی حاصل نہیں ہوتی تو سمجھ لیجئے کہ مقصود دین کے صراط مستقیم پر ابھی پہلا قدم بھی نہیں پڑا۔ دین کا مقصود کسی بھی فرد کی ظاہری و باطنی تہذیب و تربیت ہے۔ جب کہ فرد کی مرکزیت اس کی روح کو حاصل ہے۔ اور قرآن نے محض قبولیت ایمان کو نہیں بلکہ استقامتِ دین کو اہمیت دی ہے۔ اس لئے روح و جسم اور فکر وعمل کے ساتھ اسلام میں داخل ہونا ضروری ہے اور دوسری جگہ یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی جانوں کو خرید لیا تو گویا اپنی ذات کی کامل سپردگی خدا کے حوالے کرنا ہے اسی لئے رسول پاک ﷺ نے مختلف مواقع پر مختلف انداز میں بیعت لی ہے اس سلسلے میں ہم سب سے پہلے اصول، پختگی دین کے لئے لی جانے والی بیعت عقبہ اولیٰ اور بیعت عقبہ ثانیہ کا تفصیل سے جائزہ لیتے ہوئے اس کے مختلف پہلو پر غور کرتے ہیں۔

بیعت عقبہ اولیٰ: (۸)

یہ واقعہ نبوت کے گیارھویں سال حج کے موقع کا ہے۔ مختلف قبائل فریضہ حج کے لئے مکہ میں جمع ہوتے ہیں رسول کریم ﷺ ہر قبیلہ کی قیام گاہ پر تشریف لاتے ہیں اور اُن کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں ایک دن حضور علیہ السلام بمقام عقبہ کے قریب تشریف لائے تو بنی خزرج کے ایک گروہ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے اُن سے پوچھا مَنْ اَنْتُمْ؟ 'تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم قبیلہ خزرج

marfat.com

سے ہیں۔ آپ ﷺ ان کے پاس بیٹھ گئے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانے کی دعوت دی اور آیات قرآنی کی تلاوت فرمائی۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ان سب کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو ان سب نے حضور ﷺ کی دعوت دل و جان سے قبول کرلی اور سارے کے سارے مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ اہل عرب حج کے فریضہ کے لئے ماہ ذی الحجہ میں مکہ مکرمہ آیا کرتے تھے لیکن عمرہ ادا کرنے کے لئے رجب میں آتے تھے۔ اس طرح سال میں دو مرتبہ قبائل مکہ مکرمہ میں حاضری دیتے۔ قبیلہ خزرج کے یہ چھ افراد، رجب میں عمرہ کرنے کے لئے آئے تھے۔ اپنے وطن واپس پہنچ کر انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ اپنی ملاقات کا حال اپنی قوم کو بتایا، نئے دین سے متعارف کروایا اور بتایا کہ انہوں نے اس دین کو قبول کرلیا ہے اور اپنی قوم کو بھی اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ ان لوگوں کی وجہ سے گھر گھر میں حضور ﷺ کا ذکر خیر ہونے لگا۔ آئندہ سال حج کے دنوں میں انصار کے بارہ آدمی عازم مکہ ہوئے۔

۱۔ اسعد بن زرارہ، یہ پچھلے سال بھی حاضر ہوئے تھے۔ ۲۔ عوف بن حارث، یہ بھی پہلے حاضر ہوئے تھے۔ ۳۔ معاذ بن حارث، یہ عوف کے بھائی ہیں اور یہ دونوں اکٹھے حاضر ہوئے تھے۔ ۴۔ رافع بن مالک ۵۔ ذکوان بن عبد قیس ۶۔ عبادہ بن صامت ۷۔ یزید بن ثعلبہ ۸۔ عباس بن عبادہ بن نضلہ ۹۔ عقبہ بن عامر ۱۰۔ عقبہ بن عامر۔ (یہ دس خزرجی تھے)

marfat.com

سال گزشتہ جو چھ خوش نصیب مشرف بہ اسلام ہوئے تھے ان میں سے پانچ ان بارہ افراد میں شامل تھے۔ اور بنی اوس سے دو لوگ آئے تھے۔

۱۔ عویم بن ساعدہ

۲۔ ابوالہیثم بن التیہان

یہ بارہ افراد حج کے لئے مکہ مکرمہ پہنچے اور عقبہ کے مقام پر حضور ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ حضرت عبادہ بن صامت فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے بیعت عقبہ اولیٰ میں شرکت کی۔ انہوں نے بیعت کی تفصیل یوں بیان کی۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی کہ ''ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھرائیں گے۔ ہم چوری نہیں کریں گے۔ ہم بدکاری نہیں کریں گے۔ ہم اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے اور نہیں لگائیں گے جھوٹا الزام جو انہوں نے گھڑ لیا ہو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان اور آپ کی نافرمانی نہیں کریں گے کسی نیک کام میں''۔ ان امور پر بیعت لینے کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''وان وفیتم کلکم الجنۃ .وان عتیتم من ذلك شیئا فا مرکم الی اللہ. ان شاء عذب وان شاء غفر'' ''اگر تم نے اس معاہدہ کو پورا کیا تو تمہیں جنت ملے گی اور اگر تم نے کسی شرط کو پورا نہ کیا تو تمہارا معاملہ اللہ کے سپرد ہوگا چاہے تو عذاب دے اور چاہے تو بخش دے''۔ اس بیعت کو بیعت العقبہ الاولیٰ کہا جاتا ہے۔

marfat.com

بیعت عقبہ ثانیہ:(۹)

گزشتہ سال بنوخزرج کے بارہ آدمیوں نے رسول کریم ﷺ سے بیعت کی سعادت حاصل کی جب وہ اپنے وطن واپس جانے لگے تو رسول اکرم ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر کو ان کے ساتھ روانہ کیا تا کہ وہاں کے لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں۔ اور جو لوگ اسلام قبول کر لیں انہیں قرآن کریم پڑھائیں تا کہ اسلام کا صحیح فہم اور ادارک پیدا ہو۔ حضرت مصعب کی تبلیغ سے یثرب کے دو بڑے سردار اسید بن حضیر اور سعد بن معاذ نے اسلام قبول کر لیا۔ چنانچہ جب حج قریب آ گیا تو حضرت مصعب کی قیادت میں مکہ مکرمہ کی طرف انصار کا ایک قافلہ روانہ ہوا جس میں ستر انصار شامل تھے جو مسلمان ہو چکے تھے۔ عقبہ کی وادی میں ملاقات ہوئی اور طے پایا کہ ایام تشریق کی فلاں رات کو پھر ملاقات ہوگی۔ حضرت ابن مالک فرماتے ہیں کہ جو کافر ہمارے ساتھ مکہ آئے تھے ان میں ایک عبداللہ بن عمرو بن حرام بھی تھا جو ہمارے سرداروں میں سے ایک سردار تھا۔ ہم نے اس کو اپنے اعتماد میں لے کر کہا اے عبداللہ! تو ہمارے سرداروں میں سے ایک سردار ہے اور ہمارے شہر کے شرفاء میں سے ایک شریف آدمی ہے ہمیں یہ بات ہرگز پسند نہیں کہ تم کفر پر مرو اور کل روز قیامت دوزخ میں جاؤ پھر ہم نے اسے اسلام کی دعوت دی اور اسے بتایا کہ آج رات ہم عقبہ کے مقام پر نبی کریم ﷺ سے ملاقات کرنے والے ہیں چنانچہ وہ اسی وقت مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ اور رات کو ہمارے ساتھ

marfat.com

عقبہ کی بیعت میں شرکت کی اور بارہ نقیبوں میں سے ایک نقیب انہیں نامزد کیا گیا۔ سب لوگ جب اکٹھے ہو گئے تو حضور ﷺ بھی تشریف لے آئے اور سلسلہ گفتگو شروع ہوا، انصار نے عرض کی۔ " **یا رسول اللہ علی مانبا یعك؟** " "یارسول اللہ ﷺ ہم کسی چیز پر آپ سے بیعت کریں"۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم ان باتوں پر میری بیعت کرو۔

۱۔ میری بات سنو گے اور اس کو بجالاؤ گے خوش دلی کی حالت میں بھی اور درماندگی اور فقر کی حالت میں بھی۔

۲۔ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے تنگ دستی کی حالت میں بھی اور فارغ البالی کی حالت میں بھی۔

۳۔ تم نیکی کا حکم کرو گے اور برے کاموں سے روکو گے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے لئے گفتگو کرو گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروانہیں کرو گے۔

۵۔ نیز اس بات پر کہ جب میں تمہارے پاس مدینہ منورہ آؤں تو تم میری مدد کرو گے اور ہر اس چیز سے میرا دفاع کرو گے جس سے تم اپنی جانوں، اپنی بیویوں اور اپنے بچوں کا دفاع کرتے ہو۔

۶۔ اگر تم اس بیعت کو نبھاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جنت عطا فرمائے گا۔ جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سب بیعت کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اتنے

marfat.com

میں اسعد بن زرارہ جو میرے علاوہ تمام قافلہ والوں سے کم سن تھے انہوں نے حضور ﷺ کا دست مبارک تھام لیا اور ہمیں کہنے لگے۔

''اے اہل یثرب! بیعت کرنے میں جلدی نہ کرو۔ پہلے میری بات سنو ہم نے اپنی سواریوں کے کلیجوں کو اس لئے درماندہ کیا ہے کہ ہمارا ایمان ہے کہ حضور ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ آج تم انہیں نکال کر اپنے ساتھ لے جا رہے ہو، سارے اہل عرب سے تمہارا تعلق ٹوٹ جائے گا، تمہارے سرداروں کو قتل کیا جائے گا اور تلواریں تمہارے جسموں کو چبا کر رکھ دیں گی۔ اگر تلواروں کے چلانے پر، اگر اپنے سرداروں کے مقتول ہونے پر اور سارے اہل عرب کے بائیکاٹ کر دینے پر تم صبر کرنے کی ہمت رکھتے ہو تو بے شک ان کو اپنے ساتھ لے جاؤ اس کی جزائے خیر اللہ تمہیں ضرور دے گا۔ اور اگر تمہیں اپنی جانوں کی ہلاکت کا خوف ہے۔ تو پھر انہیں یہیں رہنے دو۔ آج تمہارا ان سے الگ ہو جانا بہتر ہے اور تمہارا یہ عذر اللہ تعالیٰ کی جناب میں قابل قبول ہوگا''۔

ان کے دوسرے ساتھیوں کو اس بے ضرورت نصیحت سے بڑی کوفت ہوئی انہوں نے جھنجلا کر کہا۔

''اسعد! اس وعظ کو رہنے دو۔ ہم یہ بیعت ضرور کریں گے اور جو معاہدہ ہم کر رہے ہیں اس کو کسی قیمت پر نہیں توڑیں گے''۔

چنانچہ سب نے ایک ایک کر کے سرکار دو عالم ﷺ کے دست مبارک پر

marfat.com

ہاتھ رکھ کر بیعت کی ۔ حضرت جابر نے اس بیعت کا منظر ان الفاظ میں بیان فرمایا۔(۱۰)

"يَأْخُذُ عَلَيْنَا شَرْطَهُ وَيُعْطِينَا عَلَى ذَالِكَ الْجَنَّةَ"

حضور ﷺ ہم سے اپنی شرائط کے مطابق بیعت لیتے جاتے تھے اور ہمیں جنت عطا فرماتے جاتے تھے۔

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ اس رات بیعت کرنے والوں کی تعداد تہتر تھی اور ان تہتر مردوں کے علاوہ دو خواتین بھی تھیں جنہیں یہ شرف نصیب ہوا، ان میں سے ایک کا نام ام عمارہ نسیبہ بنت کعب تھا جو قبیلہ بنی مازن بن غیار سے تعلق رکھتی تھی اور دوسری کا نام اسماء بنت عمرو بن عدی تھا یہ بنی سلمہ کے خاندان سے تھی۔ ان میں گیارہ آدمی قبیلہ اوس اور باسٹھ آدمی قبیلہ خزرج سے تھے۔

کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ ہم سب شعب عقبہ میں جمع ہو گئے اور سرکار دو عالم ﷺ کی آمد کا انتظار کرنے لگے یہاں تک کہ حضور ﷺ تشریف لے آئے، حضور ﷺ کے ہمراہ حضور کے چچا عباس بن عبدالمطلب بھی تھے جو ابھی تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے۔ محض چچا ہونے کے باعث رسول کریم ﷺ کے ساتھ آئے تا کہ رسول کریم ﷺ کے اس کام میں شرکت کریں اور انصار کے ساتھ جو معاہدہ طے پایا وہ ہر لحاظ سے مستحکم اور مضبوط ہو اور آگے چل کہ کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ حضرت عباس کے علاوہ حضرت

marfat.com

ابوبکرؓ اور سیدنا علی المرتضیٰؓ بھی تھے لیکن جب وادی میں حضور ﷺ تشریف لے جانے لگے جہاں انصار سے ملاقات ہونی تھی تو ازراہ احتیاط حضرت ابوبکرؓ کو اس سڑک کی نگرانی کے لئے ایک جگہ کھڑا کر دیا گیا اور سیدنا علی المرتضیٰ کو وادی کے دہانہ پر مقرر کیا گیا تا کہ وہ اس کی نگہبانی کریں جب تمام لوگ اطمینان سے بیٹھ گئے تو حضرت عباسؓ نے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اے گروہ خزرج! محمد ﷺ کا جو مقام ہماری نگاہوں میں ہے اس سے تم باخبر ہو اپنی قوم قریش کے ساتھ ہم عقیدہ ہوتے ہوئے بھی ہم نے قریش کے مقابلہ میں آپ کا دفاع کیا ہے وہ اپنی قوم میں معزز ہیں اور اپنے شہر میں محفوظ ہیں انہوں نے اب یہ طے کر لیا ہے کہ مکہ چھوڑ کر تمہارے ہاں منتقل ہو جائیں اور تمہارے ساتھ رہائش پذیر ہوں گے اگر تم یہ دیکھتے ہو کہ جو معاہدہ تم نے ان سے کیا ہے اس کو ہر قیمت پر پورا کرو گے اور ان کے دشمنوں سے ان کا دفاع کرو گے تو تم جانو اور تمہارا کام لیکن اگر یہ تمہارا خیال ہے کہ کسی مرحلہ پر بھی تم ان سے دست کش ہو جاؤ گے اور انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دو گے تو آج ہی ان سے دستبردار ہو جاؤ کیونکہ وہ اپنی قوم اور شہر میں معزز بھی ہیں اور محفوظ بھی۔ انصار نے جواب دیا اے عباسؓ! جو آپ نے کہا ہم نے سن لیا، یا رسول اللہ ﷺ اب آپ ارشاد فرمایئے اپنے لئے اور اپنے رب کے لئے جو شرائط آپ نے پسند فرمائی ہیں وہ ہم سے منوا لیجئے"۔

marfat.com

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گویا ہوئے۔ سب سے پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیات قرآنی کی تلاوت فرمائی پھر اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کے احکام کی اطاعت کی ترغیب دی، پھر دین اسلام کی بنیادی تعلیمات پر روشنی ڈالی اور انہیں شوق دلایا کہ ان کو وہ دل سے تسلیم کرلیں پھر فرمایا۔

''میں اپنے رب کے لئے تم سے یہ شرط منوانا چاہتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراؤ گے اور اپنے لئے تم سے یہ شرط منوانا چاہتا ہوں کہ تم میرا ہر اس دشمن سے دفاع کرو گے جس سے تم اپنی مستورات اور اولاد کا اور جانوں کا دفاع کرتے ہو''۔

اس موقع پر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جھٹ عرض کی ''فَاِذَا فَعَلْنَا فَمَا لَنَا'' اگر ہم ان شرطوں کو پورا کریں تو ہمیں کیا ملے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں جنت ملے گی۔

''قَالُوْ اَرْبَحُ الْبَیْعِ وَلَا نَقِیْلُ وَلَا نَسْتَقِیْلُ''

''عرض کرنے لگے یہ سودا بڑا نفع بخش ہے نہ ہم خود اس کو توڑیں گے نہ کسی کو توڑنے دیں گے''

حضرت براء بن معرور نے آگے بڑھ کر حضور کا دست مبارک پکڑ لیا اور عرض کی ہاں اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے ہم حضور کا دفاع کریں گے ہر اس چیز سے جس سے ہم اپنی عورتوں کا دفاع کرتے ہیں، یا

marfat.com

رسول اللہ ہماری بیعت لیجئے۔ بخدا ہم جنگوں اور ہتھیاروں کی اولاد ہیں اور یہ چیز ہمیں اپنے بزرگوں سے ملی ہے۔

ابوالہیثم بیچ میں بول اٹھے۔ میرے حضور ﷺ ایک عرض میری بھی سنئے۔

اے اللہ کریم کے پیارے رسول کریم ﷺ! ہمارے یہودیوں کے ساتھ بڑے مضبوط دوستانہ تعلقات ہیں جن کو آج ہم توڑ رہے ہیں ایسا نہ ہو کہ ہم یہ کر چکیں پھر اللہ تعالیٰ آپ کو دشمنوں پر غلبہ عطا فرما دیں تو آپ اپنی قوم کے پاس لوٹ آئیں اور ہمیں چھوڑ دیں یہ درد فراق ہم سے برداشت نہیں ہوگا۔

اپنے جانثار ابوالہیثم کی بات سن کر رسول اللہ ﷺ کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی فرمایا میری پناہ تمہاری پناہ میری حرمت، تمہاری حرمت۔ میں تم میں سے ہوں اور تم مجھ سے ہو جس کے ساتھ تم جنگ کرو گے میں اس سے جنگ کروں گا جس سے تم صلح کرو گے میری اس کے ساتھ صلح ہوگی۔

قلعہ بنی سالم وعوف کے عباس بن عبادہ بن نضلہ اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے اور کہنے لگے۔

"اے گروہ خزرج! کیا تمہیں علم ہے کہ تم کس بات پر اس ہستی کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے ہو۔ انہوں نے کہا نعم! ہمیں اچھی طرح علم ہے ۔ عباس بن عبادہ نے کہا تم اس بات پر بیعت کر رہے ہو کہ تم ہر سرخ اور سیاہ انسان کے ساتھ جنگ کرو گے اگر تمہارا یہ ارادہ ہے کہ جب مصیبتیں تمہارے مال و متاع کو نیست و

marfat.com

نابود کر دیں اور قتل وخونریزی تمہارے روٴسا کا خاتمہ کردے اس وقت تم انہیں ان کے دشمنوں کے حوالے کر دو گے تو ابھی پیچھے ہٹ جاوٴ۔ بخدا اگر ایسا کرو گے تو دنیا میں بھی ذلیل ہو گے اور قیامت کے روز بھی رسوا ہو گے۔ اور اگر تمہارا یہ ارادہ ہے کہ تم ہر قیمت پر اس معاہدہ کو پورا کرو گے خواہ مصیبتیں تمہارے مال ومتاع کو تہس نہس کر دیں اور قتل وخونریزی تمہارے دلوں کا قلع قمع کردے اس کی تم کوئی پروا نہیں کرو گے تو پھر آگے بڑھو ان کو لے لو۔ بخدا اس میں دنیا آخرت کی ساری بھلائیاں ہیں سب نے یک بیک جواب دیا کہ مال کی تباہی و بربادی اور اپنے سرداروں کی قتل وخونریزی کے باوجود ہم ان کا دامن نہیں چھوڑیں گے۔ پھر ان لوگوں نے حضور سے گزارش کی کہ ہمارے اس ایثار اور قربانی کا اجر ہمیں کیا ملے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس کے بدلے اللہ تعالیٰ تمہیں جنت عطا فرمائے گا۔ سب نے عرض کی دست مبارک کھولئے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے دست مبارک کھولا اور سب نے رحمت دو عالم ﷺ کی بیعت کرنے کا شرف عظیم حاصل کیا"۔

بیعت کرتے وقت انصار کے جذبات، ایثار و وفا کی عکاسی کرتے ہیں، جو کہ سرمایہ حیات ہیں۔ (۱۱)

۱۔ بیعت کرتے وقت ابو الہیثم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں اس بات پر حضور ﷺ کی بیعت کرتا ہوں جس پر بنی اسرائیل کے بارہ نقیبوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔

marfat.com

۲۔ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس بات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرتا ہوں جس پر بارہ حواریوں نے عیسیٰ بن مریم کی بیعت کی تھی۔

۳۔ اسعد بن زرارہ نے گزارش کی۔

"یارسول اللہ! میں اللہ عزوجل کی بیعت کرتا ہوں پھر آپ کی بیعت کرتا ہوں اس بات پر کہ میں اپنا عہد وفاداری پورا کروں گا اور آپ کی نصرت کے سلسلے میں اپنے قول کی اپنے عمل سے تصدیق کروں گا۔

۴۔ نعمان بن حارثہ نے عرض کی۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ تعالیٰ کی بیعت کرتا ہوں اور آپ کی بیعت کرتا ہوں اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اپنے قریبی اور دور والے کی ذرا پرواہ نہیں کروں گا۔

۵۔ عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرتا ہوں اس بات پر کہ اللہ کے معاملہ میں میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی ذرا پروا نہیں کروں گا۔

۶۔ السعد بن الربیع رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اللہ تعالیٰ کی بیعت کرتا ہوں

marfat.com

اور حضور ﷺ سے بیعت کرتا ہوں اس بات پر کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا اور میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کذب بیانی نہیں کروں گا۔

جن امور پر حضور ﷺ نے بیعت لی، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ شریک نہیں ٹھرائیں گے۔ چوری نہیں کریں گے بدکاری سے دور رہیں گے۔ اولاد کو قتل نہیں کریں گے۔ جھوٹا الزام نہیں لگائیں گے۔ کسی بھی نیکی کے کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ اسی طرح بیعت عقبہ ثانی میں حضور اکرم ﷺ نے ان امور پر بیعت لی۔ میری بات سنو گے خوشی میں اور افسردگی کی حالت میں۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے تنگ دستی میں بھی اور فارغ البالی میں بھی، نیکی کا کام کرو گے اور برائی سے محفوظ رہو گے، اللہ تعالیٰ کے لئے گفتگو کرو گے، کسی بھی ملامت کی پروا نہیں کرو گے، جب تمہارے پاس آؤں گا تو میری مدد کرو گے، میرا دفاع کرو گے جس سے تم اپنی جانوں اپنی بیویوں اور اپنے بچوں کا دفاع کرتے ہو۔ اگر تم بیعت کو نبھاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جنت عطا فرمائے گا۔

اگر دیکھا جائے تو کسی بھی شخص کا کلمہ پڑھنا یعنی زبان سے اقرار کرنا اور دل سے اس کی تصدیق کرنا اسلام میں داخل ہونے کے لئے کافی ہے۔ جب وہ شخص ایمان قبول کرتا ہے تو اس کے اوپر اسلام کے احکامات لاگو ہوتے ہیں جن کو وہ بجالائے۔ اگر اس میں کوئی کمی وبیشی کرتا ہے تو وہ گناہ گار ہے۔ بیعت عقبہ اولیٰ

marfat.com

اور بیعت عقبہ ثانی میں رسول اکرم ﷺ نے جن امور پر بیعت لی ان میں کچھ امور ایسے ہیں جن کا تعلق صرف رسول اکرم ﷺ ہے یعنی میری بات کو سنو گے اور جب میں تمہارے پاس آؤں تو تم اپنی جانوں اپنی بیویوں اور اپنے بچوں کا جس طرح دفاع کرتے ہو اس ہی طرح میری حفاظت کرو گے اگر تم بیعت کو نبھاؤ گے تو جنت ملے گی اگر ان سب باتوں میں سے ایک بات بھی چھوڑتے ہو تو تمہارا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ مگر دیگر امور قابل غور ہیں جن پر حضور ﷺ کا بیعت لینا اس کی اہمیت واضح کرنے کیلئے کافی ہے۔ عام مسلمانوں کو ان نیک امور کی طرف راغب کرنے اور ان امور سے بچنے کی تلقین کرنے کیلئے جن کا ذکر حضور ﷺ نے فرمایا، اولیاء و صوفیاء کی بیعت کی جاتی ہے اور یہ محمود و مطلوب ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com

المراجع

(۱) سردلبراں، ذوقی شاہ صاحب

(۲) شریعت وطریقت، مولانا اشرف علی تھانوی

(۳) روحانیتِ اسلام، واحد بخش سیال

(۴) فاضل بریلوی اور امور بدعت، سید فاروق القادری

(۵) فتاوی رضوی، جلد ۲۶، صفحہ نمبر ۲۱۰

(٦) سورۃ بقرۃ، آیت نمبر ۱۵۱۔

(۷) کلیاتِ اقبال

(۸) ضیاء النبی، جلد ۲، صفحہ نمبر ۵۲٦

(۹) ضیاء النبی، جلد ۲، صفحہ ۵۳۲

(۱۰) ضیاء النبی، جلد دوم، صفحہ ۵۳۸

(۱۱) ضیاء النبی، جلد دوم، صفحہ ۵۸۰

☆☆☆☆☆☆

marfat.com

باب دوم

☆……بیعت،قرآن مجید کی روشنی میں

☆……بیعت احادیث مبارکہ کی روشنی میں

marfat.com

بیعت، قرآن مجید کی روشنی میں:

قرآن مجید کی بہت سی آیات صراحتاً بھی اور اشارۃً بھی بیعت اور ضرورتِ شیخ پر دلالت کرتی ہیں۔ آیئے چند آیات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ رب ذوالجلال ارشاد فرماتا ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ○۔ (۱۲)

اے اللہ ہمیں سیدھے راستے پر چلا، جو ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر تو نے انعام کیا

امام رازی، تفسیر کبیر (۱۳) میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت میں صراط مستقیم پر اکتفا میں کہا بلکہ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ○ فرمایا (یعنی ان لوگوں کے راستے پر چلا جن پر تو نے نعمتیں نازل فرمائیں۔) فرماتے ہیں کہ یہ اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ مرید، ہدایت حاصل کرنے کے لئے شیخ و راہنما کی اتباع کرے۔

لہذا ایسے کامل کی ضرورت ہے جو ناقص کی رہنمائی کرے۔ بس اسی کو بیعت کہا جاتا ہے۔

دوسری آیت:

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمانِ خداوندی ہے۔

"كَمَا اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا

marfat.com

لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ○ (۱۴)

ترجمہ: جیسا کہ ہم نے بھیجا تمہاری طرف رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جو تم کو پڑھ کر سناتا ہے ہماری آیتیں اور پاک کرتا ہے تمہیں اور سکھاتا ہے تمہیں کتاب اور حکمت اور تعلیم دیتا ہے تمہیں ایسی باتوں کی جنہیں تم جانتے ہی نہیں تھے۔

اس آیت کی تفسیر میں قاضی ثناءاللہ پانی پتی (۱۵) فرماتے ہیں کہ اس آیت میں **یعلمکم** کا لفظ دو مرتبہ آیا ہے اور دوسری بار اس کا استعمال اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ علم کتاب وحکمت کے علم کے علاوہ ایک الگ نوعیت کا علم ہے اور غالبا اس سے مراد وہ علم ہے جو قرآن کے باطن اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن سینے سے حاصل ہوتا ہے اور اس کا حصول بوجہ تعلیم نہیں بلکہ بذریعہ انعکاس ہے۔ یعنی قرآن اور نبوت کی کرنیں دل کے آئینے پر منعکس ہوں۔ اولیائے کاملین جو انوار نبوت کے صحیح وارث ہوتے ہیں وہ اپنے مریدان باصفا پر اس قسم کے علوم اور معارف کا القا اور فیضان فرماتے ہیں۔ اس آیت میں علم طریقت سیکھنے کی طرف راہنمائی فرمائی گئی ہے۔

تیسری آیت:

ترجمہ: اور نہیں پہچانا انہوں نے اللہ کو جیسا کہ حق ہے اس کو پہچاننے کا جب کہا انہوں نے کہ نہیں نازل کی اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز۔ پوچھو کس نے نازل کی تھی وہ کتاب جو لے کر آئے تھے موسیٰ جو روشنی اور ہدایت تھی لوگوں کے لئے جسے

marfat.com

کرر کھا ہے تم نے ورق ورق دکھاتے ہو اس کا کچھ حصہ اور چھپا جاتے ہو بہت کچھ اور سکھائی گئی تم کو وہ باتیں جو نہ جانتے تھے تم اور نہ تمہارے آباؤ اجداد کہہ دو اللہ نے اتاری پھر چھوڑ دو ان کو کہ اپنی کج بحثی میں کھیلتے رہیں۔(۱۶)

علامہ قطب الدین رازی علیہ الرحمہ کشاف کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ اتباع سے مقصود اخلاق فاضلہ اور صفات کاملہ میں انبیاء کی موافقت کرنا ہے لہذا انبیاء کے بعد ان کے جانشینوں کی اتباع کرنے کا حکم اس آیت سے ملتا ہے کیونکہ اس کام میں مشائخ بھی برابر کے شامل ہیں بیعت میں ایسے لوگوں کی اتباع کی جاتی ہے جو واصل الی اللہ ہوں۔(۱۷)

چوتھی آیت:

ترجمہ: یہ (معبود) جن کو پکارتے ہیں یہ لوگ وہ خود تلاش کرتے ہیں اپنے رب تک پہنچنے کا ذریعہ کہ کون ان میں سے (اس) کا مقرب ہوتا ہے اور امیدوار رہتے ہیں اس کی رحمت کے اور ڈرتے ہیں اس کے عذاب سے۔ بے شک عذاب تیرے رب کا ہی ہے ڈرنے کے لائق۔(۱۸)

اس سے معلوم ہوا کہ مقرب بندوں کو بارگاہ الٰہی میں وسیلہ بنانا جائز ہے اور قرآن مجید کی دیگر آیات میں اللہ کے مقبول بندوں کا وسیلہ ہونا بھی ظاہر کیا گیا ہے یہاں غیر کی عبادت سے منع کیا گیا، لیکن وسیلے پر اعتراض نہیں کیا گیا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کیلئے اولیائے کرام علیہم الرحمہ کا وسیلہ تلاش کرنا چاہئے، اور وہ

marfat.com

طریقہ بیعت کے علاوہ کوئی نہیں۔

پانچویں آیت:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ (۱۹)

(پیروی کرو اس شخص کی راہ کی جو رجوع کرتا ہے میری طرف)

اس فرمان میں سوائے اتباع شیخ کے اور کچھ مراد نہیں لی جاسکتی۔ مولانا روم فرماتے ہیں کہ اگر تم شیر بھی ہو تو جس راہ پر بغیر مرشد کے چلو گے لومڑی کی طرح گمراہ اور ذلیل ہو جاؤ گے۔ اپنے مرشد کے پروں کے بغیر اڑنے کی کوشش نہ کرنا تاکہ تمہیں اپنے شیخ کی مدد اور شکر کا علم ہو جائے۔ مذکورہ بالا راہ سے مراد نبی ﷺ کی راہ اور آپ ﷺ کے اصحاب کی راہ ہے اور اسی کو مذہب اہلسنت والجماعت کہتے ہیں۔ اس آیت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب آپ ایمان لائے تو مکہ کے وہ لوگ جو فہم و فراست اور کاروباری مہارت میں مکہ کے بڑے آدمیوں میں شمار ہوتے تھے بھی ایمان لے آئے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور صحبت میں سرشار رہتے ہیں آیت میں ان کی پیروی کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ ایسے لوگوں کی محبت میں آکر بڑے بڑے سیاہ کار اور بڑے گناہگار لوگ بھی اصلاح حاصل کر لیتے ہیں۔ بیعت بھی ایسے لوگوں کی اتباع کا نام ہے۔

چھٹی آیت:

marfat.com

ترجمہ: یقیناً راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان مومنوں سے جب وہ بیعت کر رہے تھے آپ سے اس درخت کے نیچے پس جان لیا اس نے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے، اتارا اس نے اطمینان کو ان پر بطور انعام۔ (۲۰)

ساتویں آیت:

ترجمہ: ''اے نبی (مکرم) جب حاضر ہوں آپ کی خدمت میں مومن عورتیں تاکہ آپ سے اس بات پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی۔ اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہیں لگائیں گی جھوٹا الزام جو انہوں نے گھڑ لیا ہو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان اور نہ آپ کی نافرمانی کریں گی کسی نیک کام میں تو اے میرے محبوب انہیں بیعت فرما لیا کرو اور اللہ سے ان کے لئے مغفرت مانگا کرو بے شک اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔ (۲۱)

آٹھویں آیت:

(ترجمہ) یقیناً اللہ نے خرید لی ہیں ایمانداروں سے ان کی جانیں اور ان کے سال اس عوض میں کہ ان کے لئے جنت ہے لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں۔ پس قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں وعدہ کیا ہے اللہ نے اس پر پختہ وعدہ تورات اور انجیل اور قرآن میں اور کون زیادہ پورا کرنے والا ہے اپنے وعدہ کو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر۔ (ایمان والو) پس خوشیاں مناؤ اپنے سودے پر جو کیا ہے تم نے اللہ سے اور

marfat.com

یہی تو سب سے بڑی سعادت مندی ہے۔ (۲۲)

نویں آیت:

ترجمہ: (اے جان عالم) بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے پس جس نے توڑ دیا اس بیعت کو تو اس کے توڑنے کا وبال اس کی ذات پر ہوگا اور جس نے ایفاء کیا اس عہد کو جو اس نے اللہ سے کیا تو وہ اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ (۲۳)

دسویں آیت:

"اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا" (۲۴)

ترجمہ: بے شک ہم نے آسمانوں اور زمینوں پر اور پہاڑوں پر امانت پیش کی تو انہوں نے اس امانت کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈرے ،اور انسان نے اس کو اٹھا لیا بے شک وہ بہت ظلم کرنے والا اور بڑا ظالم ہے۔

علامہ ثنا اللہ پانی پتی سورۃ الاحزاب کی اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ جو امانت زمین اور آسمان قبول نہ کر سکے اس کو انسان نے بخوشی قبول کر لیا اس امانت سے مراد احکام شریعہ کی بجا آوری نہ تھا کیونکہ عبادت کرنے پر تو فرشتے اور

marfat.com

دیگر مخلوقات بھی مامور ہیں تو انسان میں اس عبارت کو بجا لانے کی فضیلت کیا ہوئی۔ فرماتے ہیں وہ امانت جو انسان کے سوا کسی نے قبول نہ کی وہ ''نور العقل'' اور ''نار العشق'' ہے۔ نور العقل سے انسان استدلال قائم کرتا ہے اور عقلی دلائل پیش کر کے خدا کی معرفت حاصل کرتا ہے جب کہ نار العشق، انسان کے دل میں عشق کی وہ آگ ہے جو خدا اور بندے کے درمیان ہر قسم کے حجابات کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے اور بندے کو اکمل اور مکمل معرفتِ الٰہی تک پہنچا دیتی ہے جس کو عالم روحانیت میں مشاہدہ کہا جاتا ہے اس امانت کے باعث انسان تجلیات ذاتِ الٰہیہ کو قبول کر لیتا ہے جب پردے اٹھ جائیں تو طالب اور مطلوب کے درمیان کچھ بھی حائل نہیں ہوتا۔ خدا کی معرفت عامہ تو نور العقل سے حاصل ہوتی ہے مگر معرفت ذاتیہ نور العقل کے ساتھ نار العشق کے جمع ہونے سے وابستہ ہے۔ یہی وہ آگ ہے جو کسی شیخ سے ذکر حاصل کرنے کے بعد پیدا ہوتی ہے اور جو حجابات کو اٹھا دیتی ہے اور بندے کو آقا کے سامنے بے حجاب کر کے واصل باللہ کر دیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان صفات کا پیدا ہونا شیخ کامل کی رہنمائی کے بغیر ممکن نہیں۔

بیعت، احادیث کی روشنی میں:

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے بیعت لی، کبھی ہجرت پر، کبھی جہاد پر، کبھی جہاد میں ثابت قدمی پر، کبھی ارکان اسلام کی پیروی پر، کبھی سنت نبوی کے تمسک پر اور بدعت سے بچنے پر، کبھی عبادات پر حریص اور

marfat.com

عبادت کے شائق ہونے پر، کبھی محتاج مہاجرین سے اس بات پر کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کریں، کبھی انصار عورتوں سے اس بات پر کہ میت پر نوحہ نہ کریں، وغیرہ۔ آیئے چند روایات ملاحظہ کرتے ہیں۔

(۱)...... حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو غزوہ بدر میں شریک تھے اور بیعت عقبہ والوں میں ایک نقیب تھے کہ شمع رسالت کو پروانوں سے جھرمٹ میں لیا ہوا تھا اور آپ نے ان سے فرمایا مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے۔ چوری نہیں کرو گے۔ زنا نہیں کرو گے۔ اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے۔ جانتے بوجھتے کسی پر بہتان نہیں باندھو گے۔ اور نیکی کے کاموں میں نافرمانی نہیں کرو گے۔ تم میں سے جس نے یہ عہد پورا کیا تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر اور جو ان میں سے کسی کے اندر مبتلا ہو جائے اور دنیا میں اس کی سزا ملی تو وہ اس کا کفارہ ہوگا اور جو ان میں سے کسی بات میں پڑا پھر اللہ نے اس پر پردہ ڈالے رکھا تو وہ اللہ کے سپرد ہے کہ چاہے معاف فرمائے اور چاہے اسے سزا دے (حضرت عبادہ فرماتے ہیں کہ) ہم نے اس بات پر آپ ﷺ سے بیعت کی۔ (۲۵)

(۲) حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ نو آدمی تھے یا آٹھ یا سات۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے بیعت نہیں کرتے ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیے

marfat.com

اور عرض کیا کہ کس امر پر آپ سے بیعت کریں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ نے فرمایا ان امور پر کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اور پانچوں نمازیں پڑھو اور (احکام) سنو اور مانو۔ اس کو مسلم، ابوداؤد نسائی نے روایت کیا ہے۔ (۲۶)

(۳) حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ نے بیعت کے وقت یہ عہد لیا کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کو اپنے اوپر لازم پکڑیں۔

(۴) انصار سے بیعت لیتے وقت آپ ﷺ نے یہ شرط لی کہ نہ ڈریں کسی ملامت گر کی ملامت سے اور جہاں رہیں حق بات بولیں۔ (مناقب انصار بخاری)

(۵) حضرت سعید بن میتب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد میتب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ ان لوگوں سے تھے جنہوں نے اس درخت کے نیچے سرور عالم سے بیعت رضوان کی تھی۔ (۲۷)

(۶) طارق بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حج کے لئے گیا تو میرا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جو نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کونسی مسجد ہے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ وہ درخت ہے جس کو بیعت رضوان والا کہتے ہیں۔ (۲۸)

(۷) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا۔ لوگو! سنو۔ اللہ کے رسول ﷺ پر جبرائیل امین نازل ہوئے، اور لوگوں سے بیعت لینے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ کا نام لے

marfat.com

کر نکلو اور آ کر بیعت کرو۔(۲۹)

(۸) حضرت سلمہ بن الاکوع ﷺ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے اس شرط پر بیعت کی کہ ہم فرار نہیں ہوں گے یا فتح حاصل کریں گے یا شہادت کا تاج پہنیں گے۔(۳۰)

(۹) رسول اکرم ﷺ نے سب مسلمانوں سے بیعت لی پھر اپنا ایک ہاتھ دوسرے دست مبارک پر رکھا اور فرمایا میں یہ بیعت عثمان کی طرف سے کر رہا ہوں(۳۱)

(۱۰) حضرت فجاشع ﷺ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد میں اپنے بھائی کو لے کر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا۔ یارسول اللہ میں اپنے بھائی کو لے کر آپ کی بارگاہ میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ اس سے ہجرت پر بیعت لے لیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہجرت کا ثواب تو مہاجرین نے لوٹ لیا۔ میں نے عرض کی پھر آپ کس چیز پر اس سے بیعت لیں گے۔ فرمایا اسلام۔ ایمان اور جہاد پر(۳۲)

ا۔ حضرت عبادہ بن صامت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے بیعت عقبہ اولیٰ میں شرکت کی، پس ہم نے اس بات کی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھرائیں گے ہم چوری نہیں کریں گے ہم بدکاری نہیں کریں گے ہم اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے اور نہیں لگائیں گے جھوٹا الزام جو

marfat.com

انہوں نے گھڑ لیا ہوا اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان اور آپ کی نافرمانی نہیں کریں گے کسی نیک کام میں۔ (۳۳)

قرآن کریم کا مطالعہ کیا جائے اور احادیث رسول کریم ﷺ کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے قرآن و حدیث میں شریعت طریقت حقیقت سب کچھ موجود ہے اور سب سے آسان مسائل شریعت ہیں۔ اگر کوئی عالم دین یا امام مجتہد شرح نہ فرمائے تو ان کے متعلق کچھ معلوم نہیں رہتا۔ اور لوگ ان مسائل کو سمجھنے سے عاجز رہتے۔ عام لوگ ہرگز کتابوں سے احکام نکال لینے پر قادر نہیں ہیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو بار بار غلطی کریں گے۔ جس نے دامن ہادی ہاتھ سے چھوڑا وہ شخص تباہ و برباد ہو گیا۔

حضرت امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی میزان شریعۃ الکبری میں فرماتے ہیں۔ "اگر رسول اللہ ﷺ قرآن کے اجمال کی اپنی شریعت سے تفصیل نہ فرماتے تو قرآن اپنے اجمال پر باقی رہتا اور اگر ائمہ مجتہدین حضور ﷺ کی سنت کے اجمال کی تفصیل نہ کرتے تو سنت اپنے اجمال پر باقی رہتی۔ جب احکام شریعت میں یہ حال ہے تو صاف روشن نفس میں بعض امراض خفیہ ہوتے ہیں کہ وہ بغیر شیخ عارف کے سمجھ میں نہیں آتے اور اگر سمجھ میں آ بھی جائیں تو ان کا علاج معلوم نہیں ہوتا۔ نفس کی کشاکشی سے اس پر عمل مشکل ہوتا ہے ان ہی ضرورتوں کے لئے کوئی ایسا شخص تجویز کیا جاتا ہے کہ وہ ان باتوں اور ضرورتوں سے آگاہ ہو اور دوسروں کو

marfat.com

ان کا علاج وتدبیر بتلائے۔ کیونکہ خود اپنی حالت کو سمجھنا آسان نہیں بلکہ ناممکن ہے ۔شیخ کو بصیرت حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ بہت سے مغالطے دیکھ چکا ہوتا ہے اور ان معاملات سے گزر چکا ہوتا ہے۔ بار بار تجربہ ہونے سے اس کو بھی پوری بصیرت حاصل ہو گئی ہوتی ہے۔ وہ ہر طرح کے حالت سے واقف ہوتا ہے۔ کتنا حق اور کتنا باطل شامل ہے کتنی واقعیت اور کتنا دھوکہ ہے۔ اگر چہ کوئی شخص اپنی حالت سے بخوبی واقف ہو لیکن اپنی تشخیص سے اطمینان نہیں ہوتا۔ پوری پہچان اسی کو ہے جس کے ساتھ اللہ رب العزت کی مدد اور نصرت ہے اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ اگر کوئی شخص عالم فاضل ہو، طب کی کتابیں بھی پڑھی ہوئی ہوں لیکن کسی طبیب حاذق کے پاس مشق نہ کی ہو۔ اور وہ علاج محض کتابی نسخوں سے کرنے لگے تو خطرے کا باعث نہیں تو کیا ہے۔ اگر منزل کا پتہ معلوم نہ ہو تو پھر کسی رہبر کا ہاتھ پکڑ کر راستہ چلنا پڑتا ہے۔ ویسی ہی حالت اس راستہ کی ہے کہ کسی بزرگ کا دامن پکڑ لینا، کسی رہبر کا ہاتھ پکڑ لینا ضروری ہے کوئی کمال بغیر استاد کے حاصل نہیں ہوتا تو جب اس راہ طریقت میں آنے کی توفیق ہو تو استاد طریقت کو ضرور تلاش کرنا چاہیے جس کے فیضِ تعلیم و برکتِ محبت سے مقصود حقیقی تک پہنچے۔ (۳۴)

گرہوائے این سفر داری دِلا دامن رہبر بگیر و پس بیا

بے رفیقے ہر کہ شد در راہِ عشق عمر بگوشت و نشد آگاہ عشق

ترجمہ: اے دل! اگر اس سفر کی خواہش ہو تو رہبر کا دامن پکڑ کے چلو۔ اس لئے کہ جو

marfat.com

بھی عشق کی راہ میں بغیر رفیق کے چلا اس کی عمر گزر گئی اور وہ عشق سے آگاہ نہ ہوا۔

حضرت روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

یار باید راہ را تنہا مرو　　　　بے قلادہ اندریں صحرا مشو (۳۵)

یعنی راستے کے لئے کوئی رفیق ساتھ لے لو۔ تنہا اس راستے کو طے کرنے کا ارادہ نہ کرو کیونکہ تم تنہا اس کو قطع نہیں کر سکتے۔

☆☆☆☆☆☆

marfat.com

المــراجع

(۱۲) سورۃ الفاتحہ

(۱۳) تفسیر کبیر، جلد نمبر (۱) صفحہ نمبر ۵

(۱۴) سورۃ البقرۃ، آیت نمبر ۱۵۱

(۱۵) تفسیر مظہری، جلد نمبر ۲،

(۱۶) سورۃ الانعام، آیت نمبر ۹۱

(۱۷) ضیاء القرآن، پیر کرم شاہ، جلد نمبر ۲۔

(۱۸) سورۃ بنی اسرائیل، آیت نمبر ۵۷

(۱۹) سورۃ لقمٰن، آیت نمبر ۱۵

(۲۰) سورۃ الفتح، آیت نمبر ۱۹،

(۲۱) سورۃ الفتح، آیت نمبر ۱۲

(۲۲) سورۃ الفتح، آیت نمبر ۱۱۱

(۲۳) پارہ نمبر ۲۶، آیت نمبر ۱۰

(۲۴) تفسیر مظہری، قاضی ثناء اللہ

(۲۵) بخاری شریف، جلد اول، نمبر ۱۱۲

marfat.com

(۲۶) مسلم شریف، جلد اول، نمبر ۱۲۰

(۲۷) بخاری مناقبِ انصار،

(۲۸) بخاری شریف، فضائل عمر

(۲۹) بخاری شریف، باب صلح حدیبیہ

(۳۰) بخاری، فضائل عثمان

(۳۱) بخاری کتاب المناقب

(۳۲) بخاری، باب فتح مکہ

(۳۳) ضیاء النبی

(۳۴) بیعت وخلافت، شاہ احمد رضا خان بریلوی

(۳۵) مثنوی، الفیصل ناشران

☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com

باب سوم

☆......ضرورتِ شیخ، قرآن مجید کی روشنی میں

☆......ضرورتِ شیخ، اقوالِ مشائخ کی روشنی میں

☆......ضرورتِ شیخ اور صوفی شعراء

marfat.com

ضرورتِ شیخ، قرآن مجید کی روشنی میں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (۳۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف کوئی وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں کوشش کرو تا کہ تم خلاصی پاؤ۔

اس آیت شریفہ میں خداوند تعالیٰ نے تصریح کے ساتھ وسیلہ کی تاکید فرمائی ہے۔ یعنی جیسا ایمان اور تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ کو ضروری فرمایا ہے۔ ویسے ہی وسیلہ کا پکڑنا بھی ایک ضروری امر قرار دیا ہے بلکہ نجات کا دارومدار ہی ان چار چیزوں پر رکھا ہے۔ ایمان ہو، اتقا ہو، جہاد ہو، اور اس کے قرب کو حاصل کرنے کے واسطے وسیلہ بھی ہو، جب تو نجات ہے ورنہ معاملہ مشکل ہے۔ خداوند تعالیٰ کو اپنی مخلوق کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے اور اس پر نہایت درجہ کی عنایت و مہربانی ہے۔ باوجود ایسے تعلق و الطاف کے پھر بھی ہدایت کا ذریعہ رسولوں اور انبیاء ہی کو ٹھہرایا۔ کیونکہ قدرت نے جہاں اور کائنات کو بغیر قواعد کے نہیں چھوڑا وہاں ہدایت کے محکمہ میں بھی ایسے قواعد جاری فرمائے ہیں کہ ان کی پابندی کے بغیر ہدایت کے سلسلہ کا جاری رہنا محال ہے۔ رسول، خالق اور مخلوق کے مابین برزخ ہوتا ہے اور اس کو دونوں طرف تعلق ہوتا ہے۔ دل اس کا خداوند کے ساتھ ہوتا ہے اور جسم مخلوق کے ساتھ۔

marfat.com

اِدھر اللہ سے واصل اُدھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخ کبریٰ میں تھا حرف مشدد کا

اس برزخ کا یہ کام ہوتا ہے کہ مخلوق کو خالق کی رضا پر ثابت ہونے کی ہدایت کرے۔ عبادت کے قاعدے سکھائے اور خداوند تعالیٰ اور بندوں کے معاملات میں جو بندوں کی سیہ کاریوں کی وجہ سے پیچیدگیاں واقع ہوگئی ہوں ان کو دور کر کے معاملات صاف کردے۔ عہد رسالت کے بعد یہ خدمت خلافت کو سپرد ہوئی۔ جس کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے خلفاء نے بڑی محنت سے نباہا اور قیامت تک یہی خلفاء رسول ﷺ اس خدمت کو سرانجام دیتے رہیں گے۔ اسی گروہ کو گروہ صوفیاء کرام پیران عظام یا مرشدان کامل کہا جاتا ہے۔ یہی فرقہ خالق اور مخلوق کے درمیان وسیلہ ہے۔ یعنی قرب الٰہی کے حاصل کرنے کے واسطے ان پیران عظام میں سے کسی ایک کو وسیلہ پکڑنا طالبان حق کے لئے ضروری بلکہ فرض ہے۔

آیت مذکور کی تفسیر میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنے والد ماجد سے نقل کر کے وسیلہ سے مراد ذات مرشد لی ہے اور جن لوگوں نے لفظ وسیلہ کے معنی قرآن شریف یا ذات رسول ﷺ اختیار کئے ہیں۔ ان کو شاہ صاحب یوں جواب دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے اس آیت میں مومنوں کو خطاب کر کے وسیلہ کی تلاش کا حکم فرمایا ہے اور کوئی شخص جب تک قرآن شریف اور جناب رسالت مآب ﷺ پر ایمان نہ لائے مومن نہیں ہوتا۔ یعنی مومن وہی ہے جو قرآن

marfat.com

پاک اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دل سے حق مان چکا ہوگا۔ پس وہ وسیلہ کوئی اور وجود ہوگا جس کی تلاش کا بندوں کو قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد حکم فرمایا ہے اور وہ مرشد کی ذات ہے جو بندے کو مولا سے واصل کر دیتا ہے۔ شریعت پر چلنے کا لوگوں کو حکم کرتا ہے۔ بدی سے روک کر لوگوں کو نیکی کی ہدایت کرتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو دلوں میں قائم کرتا ہے۔ اگرچہ ہادی حقیقی خدا کی ذات ہے۔ وہ جسے چاہے ہدایت کرے۔ مگر یہ بھی اس حکیم کی حکمت ہے کہ دنیا کو عالم اسباب بنا کر ہر ایک چیز کو سلسلہ اسباب میں ایسا پابند کر دیا کہ جیسے کوئی بچہ بغیر ماں باپ کے پیدا نہیں ہوتا اسی طرح پیر اور مرید کے تعلق کے بغیر کوئی طالب حق خدا سے واصل نہیں ہو سکتا۔ یعنی جب تک کوئی پیر کامل دستیاب نہ ہو ہدایت کا حاصل ہونا محال ہے۔ یہی قاعدہ دنیا کی ہر ایک چیز پر جاری ہے۔ حضرت مولانائے روم فرماتے ہیں۔

ہیچ کس از نزد خود چیزے نشد
ہیچ آہن خنجر تیزے نشد!!
ہیچ حلوائی نہ شد اُستاد کار
تا شاگرد شکر ریزے نشد
مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزے نہ شد

marfat.com

دوسری جگہ مولانائے روم فرماتے ہیں

پیر رانگوین کہ بے پیر ایں سفر!

ہست بس پر آفت و خوف و

خطر(۳۷)

مرشد ایسا ہونا چاہیے جو خود کسی ایسے سلسلہ پیران میں داخل ہو جو سلسلہ جناب رسالت مآب ﷺ تک جا پہنچتا ہو۔ جیسے تسبیح کے دانے ایک دوسرے سے مل کر ایک سلسلہ کا حکم رکھتے ہیں اور سب ایک ہی امام کے پیچھے ہوتے ہیں یا زنجیر کے حلقے جو ایک دوسرے سے پیوستہ ہوتے ہیں یا جس طرح ایک چراغ دوسرے چراغ سے روشن کیا جاتا ہے اور اس دوسرے چراغ سے تیسرا اور تیسرے سے چوتھا یہاں تک کہ اگر ایک ہزار چراغ بھی اس سلسلہ سے روشن کیا جاوے تو ہزارویں چراغ کی روشنی میں بھی یہ عام انتقال کمی پیدا نہیں کر سکتا۔ یعنی اس چراغ میں بھی وہی نور پایا جائے گا۔ جو پہلے چراغ میں تھا۔ اسی طرح سے آپ سلسلہ صوفیائے کرام علیہم الرحمہ کو بھی تصور کر لیں کہ سیدنا جناب رسالت مآب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے سینہ کا نور، سینہ در سینہ پیران عظام کے سینوں میں منتقل ہو کر آیا ہے۔ صوفیاء کرام کے بغیر اس نور عرفان کا حاصل ہونا محال ہے۔ اس مضمون کی تائید میں ''تفسیر روح البیان'' کی مندرجہ ذیل عبارت کافی شہادت ہے۔

''وَاعْلَمْ اَنَّ الْاٰیَةَ الْکَرِیْمَةَ صَرَّحَتْ بِالْاَمْرِ بِابْتِغَاءِ الْوَسِیْلَةِ وَلَا

marfat.com

بُدَّ مِنهَا اَلْبَتَّةَ فَاِنَّ الْوُصُوْلَ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی لَا یَحْصِلُ اِلَّا بِالْوَسِیْلَةِ وَهِیَ عُلَمَآءُ الْحَقِیْقَةِ وَ مَشَائِخُ الطَّرِیْقَةِ (قَالَ الْحَافِظُ)

قطع ایں مرحلہ بے ہمرھی خضر مکن

ظلماتست بترس از خطر گراہی

وَالْعَمَلُ بِالنَّفْسِ یَزِیْدُ فِیْ وُجُوْدِهَا، وَاَمَّا الْعَمَلُ وَفْقَ اِشَارَةِ الْمُرْشِدِ وَدَلَالَةِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْاَوْلِیَآءِ فَیَخْلُصُ مِنَ الْوُجُوْدِ وَیَرْفَعُ الْحِجَابُ وَیُوْصِلُ الطَّالِبُ اِلٰی رَبِّ الْاَرْبَابِ

ترجمہ۔ یعنی واضح رہے کہ اس آیت کریمہ نے وسیلہ کے طلب کرنے کی صاف طور سے تصریح کی ہے جس سے ہرگز چارہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وصول الی اللہ بغیر وسیلہ کے ممکن نہیں اور وسیلہ سے علماء حقیقت اور مشائخ طریقت مراد ہیں اور نفس کی رائے پر عمل کرنا اس کے وجود کو زیادہ کرتا ہے۔ لیکن مرشد کے حکم اور انبیاء اور اولیاء کی دلالت پر عمل کرنے سے نفس اپنے اخلاق ذمیمہ سے خلاصی حاصل کر لیتا ہے اور حجاب دور ہو جاتے ہیں اور طالب، رب الارباب کے ساتھ واصل ہو جاتا ہے۔ (۳۸)

قَدْ جَآءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ۝ (۳۹)

ترجمہ:۔ اے ایمان دارو۔ تمہارے پاس خدا کی طرف سے نور اور قرآن آیا۔

marfat.com

پس قرآن شریف تو ہم علماء ظاہر سے سیکھ سکتے ہیں۔ لیکن وہ نور عرفان پیران عظام کی خدمت میں حاضر ہونے کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا ہے۔ اس واسطے کسی پیر کی خدمت میں جانا ضروری ہوا۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ٥ (۴۰)

ترجمہ:۔ ہم نے ان پڑھوں میں سے ایک رسول ﷺ بنا کر بھیجا۔ وہ ان پر ہماری آیتیں پڑھتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو قرآن مجید اور حکمت سکھاتا ہے۔

اس آیت میں تین چیزوں کا بیان فرمایا گیا ہے۔ ایک تو آیات کا پڑھنا۔ دوسرا لوگوں کو پاک بنانا۔ تیسرا کتاب اور حکمت سکھانا۔ تو دل کو پاک کرنے کے واسطے ضروری ہے کہ ہم ایسے شیخ کی تلاش کریں اور اس کی خدمت میں حاضر ہوں جس کا سینہ نور عرفان سے منور ہو اور کسی پیر کی توجہ سے پاک وصاف ہو چکا ہو۔ دنیا میں چندروزہ زندگی بسر کرنے کے واسطے انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ کوئی ایسا نمونہ پیش نظر رکھے جو ہر کام میں اس رہنمائی کا نمونہ ہو، تا کہ کل اُمور دینی و دنیاوی میں اس کی تقلید کرے۔ نماز ،روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ اعمال اس کو دیکھ کر بجا لا سکے۔ خداوند تعالیٰ نے اس کارخانہ قدرت میں ہزار ہا امراض پیدا کئے ہیں اور ان کے علاج کے واسطے ہزار ہا ذرائع صحت مقرر کئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ہر شہر میں صد

marfat.com

ہا طبیب و ڈاکٹر و وید موجود ہیں۔ تو قرین قیاس ہے کہ روحانی اور باطنی بیماریوں کے واسطے بھی ڈاکٹر اور حکیم مقرر کیے ہوں گے۔ ایسے ڈاکٹر یا طبیب خدا رسیدہ لوگ ہوتے ہیں جو پیر یا مرشد کے نام سے تعبیر کیے جاتے ہیں۔ ان روحانی اطبا کا سلسلہ حضرت آدمؑ سے اب تک برابر جاری چلا آیا ہے۔ پس ہم کو اپنے روحانی امراض کا علاج روحانی طبیبوں سے ہی کرانا چاہیے۔ قرآن پاک میں ہے:

كَلَّا بَلْ سكته رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ٥(۱۴)

ترجمہ: ''گناہوں کی شامت سے ان کے دلوں پر زنگ لگے ہوئے ہیں''۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب آدمی ایک گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہی کا نقطہ پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر جب کوئی دوسرا گناہ اس سے سرزد ہوتا ہے تو دوسرا نقطہ پڑ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ کثرتِ گناہ کے ساتھ دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس پر کوئی وعظ یا کلام اثر نہیں کرتا۔ جب زنگ زیادہ ہو جاتا ہے۔ تو وہ نہ تو علم سے دور ہو سکتا ہے اور نہ وعظ سے بلکہ علماء ظاہر بھی اس زنگ کو دور کرنے سے عاری ہیں۔ اس کو صیقل کرنے کے لئے کسی مرشد کامل کی توجہ درکار ہے۔ جو اپنی باطنی توجہ سے اس زنگ کو دور کر کے دل کو نورانی اور روشن بنا دے۔ مولانا غنیمت کنجاہی کا قول ہے۔

اے کہ بے پیر تا پیر تو نبا شد

ہوائے معصیت دل مے خراشد

marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام جو اولوالعزم پیغمبر تھے۔ ان کو علم لدنی سیکھنے کے واسطے خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ چنانچہ قصہ قرآن پاک کے پارہ پندرہ کے اخیر میں موجود ہے چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام علم لدنی سے بے خبر تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام کے کشتی توڑنے، لڑکا مار ڈالنے اور دیوار بے اجرت بنانے کے اسرار پر واقف نہ ہونے کی وجہ سے اعتراض کرتے گئے۔ حضرت خضر علیہ السلام بار بار اعتراض سے منع فرماتے گئے۔ لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اعتراض سے باز نہ آئے تو حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صاف کہہ دیا کہ آپ اعتراض سے باز نہیں آتے، اس واسطے آپ میرے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَ بَيْنِكَ (پ ۱۶، ع ۱) کہہ کر رخصت کر دیا۔

دین کا دارومدار اور نجات کا، محبت حضرت رسول ﷺ پر رکھا گیا ہے۔ وہ محبت نہ تو کتابوں میں مل سکتی ہے اور نہ علماء ظاہر سے، اس کے حاصل ہونے کے واسطے پیر کامل کی صحبت ضروری ہے۔ یہ محبت کا سبق اُستاد روحانی کے سوا کوئی دوسرا پڑھا نہیں سکتا۔

عقل کے مدرسے سے اُٹھ عشق کے میکدہ میں آ
جام فنا و بیخودی ہم نے پیا جو ہو سو ہو
مدرسوں میں عاشقوں کے جس کی بسم اللہ ہو
اس کا پہلا ہی سبق یار و فنا فی اللہ ہو

marfat.com

قرآن پاک میں وارد ہے۔

''يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيهِ ٥ وَاُمِّهٖ وَاَبِيهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيهِ''(۴۲)

ترجمہ:۔''قیامت کے دن ہر ایک آدمی اپنے بھائی، ماں باپ اور بیٹی بیٹے سے بھاگ جائے گا۔''

ہر ایک اپنے حال میں گرفتار ہوگا۔ سب رشتے ٹوٹ جائیں گے۔ مگر پیر اور مرید کا رشتہ ہے کہ وہاں بھی قائم رہے گا۔ یہ رشتہ روز اول سے مقرر ہوا ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

''الاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَۃ فَمَا تعارَفَ مِنهَا اِئتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اِخْتَلَفَ٥''(۴۳)

ترجمہ:۔''یعنی ارواح ایک لشکر جمع شدہ تھا۔ روز اول میں تمام ارواح (جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک پیدا ہوں گے۔''

ان میں جس جس روح نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ ان روحوں کی دنیا میں بھی آکر ضرور محبت ہوگی اور جن روحوں کی وہاں شناخت نہیں ہوئی ان کی دنیا میں آکر بھی ہرگز محبت نہ ہوگی۔ اگرچہ وہ دونوں بھائی بھائی ہی کیوں نہ ہوں۔ قیامت کے دن ماں، باپ، بیٹا، بیٹی، بھائی، عورت جن کے رحموں کے تعلقات ہیں وہ سب ٹوٹ جائیں گے۔ مگر روحوں کے تعلقات ضرور قائم رہیں گے۔

marfat.com

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

''اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ۝'' (۴۴)

سب دوست اس دن دشمن ہو جائیں گے۔ مگر وہ لوگ جو پرہیزگار ہیں وہ اس روز بھی دوست ہی رہیں گے۔

محبت روحانی وہی محبت ہے۔ جو پیر کو مرید کے ساتھ ہوتی ہے اور یہ محبت روحانی، حشر کے دن ذریعہ نجات ہوگی۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا کہ حشر کے دن کوئی سایہ عرش کے سایہ کے سوا نہ ہوگا۔ اس سایہ میں سات قسم کے لوگوں کو جگہ دی جائے گی۔ جن میں سے دو آدمی وہ ہوں گے جن کی دنیا میں محض اللہ کے واسطے محبت رہی ہو۔ پس اس حدیث کی رو سے پیر اور مرید دونوں زیر سایہ عرش ہوں گے۔ تو ضروری ہے کہ کوئی ایسا پیر اختیار کیا جائے جس کی محبت کے ذریعے سے آفتاب حشر سے امان ملے۔ قرآن پاک میں وارد ہے:

''اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ ط ۝'' (۴۵)

ترجمہ: کیا تو نے اس آدمی کو دیکھا، جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا رکھا ہے''۔

بعض آدمیوں کو کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ایسی محبت ہوتی ہے کہ اس محبت میں محو ہو کر خدا کو بھول جاتے ہیں۔ کوئی زر کا طالب ہے کوئی شیدائے زن، کوئی فرزند پر مفتون، کوئی دیوانہ عزت و ثروت، کسی کو زمین سے عشق ہے اور کسی کو گھوڑی

marfat.com

سے، یہ لوگ محبت میں ایسے غرق ہو جاتے ہیں کہ اصل مطلب ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔

عشق بیٹھا ہے دل میں اک بت کا
ہم تو یار و خدا کے بھی نہ رہے

توحید اور معرفت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ جل شانہ کو خدائے برحق مان کر اس کے ساتھ دل لگایا جائے اور باقی خواہشات نفسانی دل سے دور کر دی جائیں۔

دل آرامیکہ داری دل درو بند
دگر چشم از ھمہ عالم فرو بند

بات تو درست یہی ہے کہ دل ماسوائے اللہ سے پاک ہو جائے مگر یہ کام یعنی دنیا کی محبت کا دل سے دور کر دینا آسان کام نہیں ہے۔اس کے واسطے سب سے اول ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جس کا دل دنیا کی محبت سے بالکل سرد ہو چکا ہو پھر اس شخص کی خدمت میں رہنا اور اس کی اطاعت کرنا لازمی ٹھہرایا جائے تو دل دنیا کی محبتسے پاک ہوسکتا ہے۔قرآن پاک میں وارد ہے۔

"اِلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ وَتَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ٥"(۴۶)

درحقیقت سب نعمتوں سے بڑی نعمت اطمینان قلب ہے اور وہ سوائے ذکر الٰہی کے حاصل نہیں ہوسکتا۔ مال و دولت ، جاہ و ثروت تو دل کی مزید پریشانی کا باعث ہوتے ہیں۔

marfat.com

ع.....چندانکہ غنی تراند محتاج تراند

توحید اور معرفت ذکر الٰہی یا صحبت صوفیا میں، اطمینان کے طالب کو ان لوگوں یعنی صوفیائے کرام کی صحبت کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ نے اطمینان قلب انہیں کے حصے میں دے رکھا ہے۔ ان کے سوا کوئی بھی دوسرا اس اطمینان قلب کا دعویٰ نہیں کرسکتا ان کی خدمت اکسیر اعظم ہے۔

"اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ ۝" (۴۷)

(ترجمہ) ایماندار وہی لوگ ہیں کہ جب ان کے پاس اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جائیں۔

اس آیت سے ایماندار کا نشان یہی پایا جاتا ہے کہ اللہ کی یاد سے اس کا دل متاثر ہو۔ جلال خداوندی اس کے دل کو ڈرا دے۔ عظمت الٰہی اس کے دل میں جاگزیں ہو۔ پس ان صفات کا حاصل کرنا مومن بننے کے واسطے ہر ایک آدمی کو ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ یہ صفات انہی لوگوں سے مل سکتی ہیں جو خود ان کے مشتاق ہوں اور ان صفات سے متصف ہو چکے ہوں۔ وہ سوائے پیران عظام کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

"مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنٰتٍ ۝" (۴۸)

marfat.com

(ترجمہ) جو کوئی توبہ کرے اور ایمان لاوے اور عمل نیک کرے تو اس کے سابقہ گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔

اس آیت سے مولا کی اپنے بندوں پر انتہا درجہ کی مہربانی اور عنایت ثابت ہوتی ہے کہ ایک توبہ سے سارے پچھلے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور توبہ از روئے دیانت تو کافی ہے کہ بندہ خدا کو حاضر جان کر اس کے روبرو اپنے گناہ کا اقرار کرے اور اس سے معافی طلب کرے۔ مگر از روئے شریعت ضروری ہے کہ توبہ کا ایک گواہ بھی ہو۔ چونکہ گواہ کی وقعت پر بڑا دارومدار ہے۔ اس واسطے توبہ کا گواہ ایک کامل مرد خدا ہونا چاہیے۔ اور وہی مرشد ہوتا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ (۴۹)

ترجمہ:۔ اس نفس کو جس نے پاک کرلیا وہ خلاصی پا گیا"۔

اب نفس کے پاک کرنے کے واسطے اس کے اخلاق ذمیمہ کو دور کرنا ضروری ہے۔ تاکہ وہ نیک اخلاق سیکھے اور نفس بالطبع سختی پسند ہے۔ صلح سے اس کا راہ پر آ جانا ممکن نہیں تو کوئی پاک وجود تلاش کرنا چاہیے جس کا نفس پاک ہو چکا ہو۔ اس کی صحبت کو لازم پکڑنا اور اپنی کل خواہشوں کو اس کی خواہش کے ماتحت کر دینا چاہیے۔ نفس اس کی وحشت اور رعب سے دبکا رہے گا اور خباثت کو ظاہر نہ کرے گا۔ بلکہ آہستہ آہستہ اس دوسرے پاک شدہ نفس کی عادات حاصل کرنے لگے گا۔ اس آدمی کو جس کی صحبت میں بیٹھ کر نفس پاک ہوتا ہے۔ مرشد کہتے ہیں اور مرشد کی

marfat.com

جس قدر اخلاق ذمیمہ کے دور کرنے میں ضرورت ہے اس سے زیادہ اخلاق حسنہ کے پیدا کرنے کے واسطے احتیاج ہے۔ غرض شیخ کے بغیر انسان کا نہ تو نفس پاک ہو سکتا ہے اور نہ انسان، انسان بن سکتا ہے۔

"هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ○" (۵۰)

اسم ظاہر کا پرتو (عکس، سایہ) علم ظاہر پر ہوتا ہے اور اسم باطن کا پرتو علم باطن پر۔ علم ظاہر تو علماء ظاہر سے حاصل کر سکتے ہیں مگر علم باطن کہاں سے حاصل کریں۔ وہ علماء باطن سے حاصل ہو سکتا ہے اور وہ لوگ کہ کاشفان اسرار غیب ہیں۔ محرم راز ہیں، اسرار باطنی سے آگاہ ہیں۔ ان کو علماء باطن بھی کہتے ہیں۔

"فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" ○ (۵۱)

مفہوم: "اور تم کوئی مسئلہ نہ جانتے ہو اور نہ کوئی اور تم کو بتلا سکے تو تم ایسے مسائل اہل ذکر سے پوچھ لیا کرو"۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ علماء باطن کے سینے میں وہ جوہر ہے جس سے علماء ظاہر و دیگر بنی نوع انسان بے خبر ہیں۔ کیونکہ خداوند نے اس آیت میں اہل علم نہیں فرمایا بلکہ اہل ذکر کا یعنی ارباب باطن کا ذکر فرمایا ہے اور ارباب باطن کے دل نور عرفان اور علم لدنی کے خزانے ہیں۔ ارباب باطن کو ہی پیران طریقت کہا جاتا ہے۔ نفس امارہ کا ثبوت قرآن پاک میں موجود ہے۔ اس کی امارگی سے انبیاء علیہم السلام نالاں ہیں۔ پس نفس جو فطرتاً شریر ہے خود بخود شرارت کو نہیں چھوڑ سکتا۔

marfat.com

جب تک اس کا با قاعدہ علاج نہ کیا جائے اور اس کو آہستہ آہستہ مطیع نہ بنایا جائے۔ اس کا علاج کرنے والے لوگ، وہی پیران عظام ہیں جن کے علاج سے یہ نفس امارہ لوامہ اور مطمئنہ کے درجے تک پہنچ جاتا ہے اور شرارتیں چھوڑ کر مطیع فرمان بن جاتا ہے۔اس کا علاج کریں۔ان کی خدمت غنیمت جاننی چاہیے۔

"تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ"o(۵۲)

ترجمہ:۔"فرشتے اور روح اس کی طرف ایک ایسے دن میں عروج کرتے ہیں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے"۔

اس آیت کے حکم سے راہ سلوک پچاس ہزار سالہ راہ ہوئی جس کو طے کرنے کے دو طریقے ہیں۔ایک تو اعمال صالح اور دوسرا توجہ شیخ۔اس کی مثال یوں سمجھ لو کہ دریا ہے جس کو ہم نے عبور کرنا ہے۔اس عبور کے دو قاعدے ہیں۔ ایک تو بذریعہ شناوری کے اور دوسرے سیکھنے اور پھر اس دریائے پچاس ہزار سالہ راہ کو عبور کرنے کے واسطے عمر طویل چاہیے اور اس امت کی عمریں ساٹھ اور ستر سال کی ہیں اور ساٹھ سالوں میں ہزار ہا مشاغل دنیاوی بھی ساتھ ہیں۔تو ہم کیونکر اس بیکراں سمندر کو تیر کر عبور کر سکتے ہیں۔ہم کو وہی دوسرا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔یعنی کسی ملاح و کشتی بان کے حوالے اپنے آپ کو کر دیں اور جس طرح سے وہ پار لے جانا چاہیے، ہم اس میں چون و چرا نہ کریں۔حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں۔کہ

marfat.com

کسی کا یہ راستہ دس سال میں طے ہو جاتا ہے کسی کا بیس سال میں۔ کسی کا ایک سال میں اور کسی کا ایک ماہ میں بلکہ ایک دن ایک گھنٹہ میں بھی طے ہو جاتا ہے۔ مگر عنایت اور توجہ پیر پر سب کچھ موقوف ہے۔

بے عنایات حق و خاصان حق
گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ۝(۵۳)

رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۝(۵۴)

وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝(۵۵)

خداوند تعالیٰ نے اول آیت میں کثرت سے ذکر کرنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ دوسری آیت میں اس قدر تاکید فرمائی ہے۔ کہ سودا خریدنے یا بیچنے اور دنیا کے کاروبار کرنے میں بھی ہماری یاد سے غافل نہ ہو جانا چاہیے۔ تیسری آیت میں ذاکرون کے واسطے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ علاوہ اس کے بے شمار آیتیں قرآن شریف میں ذاکروں کی تعریف میں بیان فرمائی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ ذکر بڑی نعمت ہے اور اس کا حاصل کرنا موجب رضائے خداوندی ہے۔ یہ کیونکر حاصل ہوتا ہے۔ اس امر کا فیصلہ میرے پیر و مرشد قبلہ و کعبہ نے نہایت مفصل بیان فرمایا ہے۔

marfat.com

''ذکر نہیں حاصل ہوسکتا جب تک دل نہ ہو اور دل نہیں مل سکتا جب تک پیر نہ ہو اور پیر نہیں مل سکتا جب تک ارادت نہ ہو''۔

اس فیصلہ میں بھی مرید کی طلب اور شیخ کی ضرورت کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ یعنی ذکر کی حلاوت اور اس کے انوار سے ہرگز دل نورانی نہیں ہوسکتا جب تک کہ کوئی شیخ باقاعدہ ذکر کی تلقین نہ کرے تو شیخ کا ہونا نہایت ضروری ہوا جو کہ دل کو قابل بنادے۔ پھر اس میں ذکر کا بیج بوئے۔

''یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْالا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ ۝''(۵۶)

ترجمہ:۔ ''اے ایماندارو ایسا نہ ہو کہ مال اور اولادیں تمہیں اللہ کی یاد سے غافل کردیں''۔

اس آیت میں خداوند تعالیٰ نے سب سے زیادہ خطرناک رکاوٹیں جو ذاکر کو ذکر الٰہی میں پیش آتی ہیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک تو حبِ مال اور دوسری حبِ اولاد، ہم جہاں تک دیکھتے ہیں لوگ اولاد اور مال کی دھن میں کچھ ایسے لگے ہوئے ہیں کہ ذکر خدا سے بالکل غافل ہوگئے ہیں۔ اس خسارہ سے وہ شخص جو کسی پیر کی صحبت میں رہ چکا ہو خوب واقف ہوتا ہے غفلت چونکہ ایک خوفناک مرض ہے اس لئے اس سے بچنے کے واسطے ضروری ہے کہ کسی مرشد کی تلاش کی جائے۔

''اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ

marfat.com

اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ٥"(۵۷)

اگر چہ مفسرین نے اس آیت میں لفظ امانت کی تفسیر میں بہت سی بحث کی ہے اور مختلف تفسیریں بیان فرمائیں ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ مناسب اس کی تفسیر یہی ہے کہ امانت سے معرفت الٰہی مراد ہے جو صوفیائے کرام کے سینے میں ودیعت ہوئی ہے۔

نخوتے دارند کبرے چوں شہاں

خادمی خواہند از اہل جہاں

وہ امانت یہاں سے حاصل کرنی چاہیے۔

تا نباشی پیش شاں راکع دوتو

کے سپارند آں امانت را بہ تو

یہ علم نیا جاری نہیں ہوا بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اسی طرح چلا آیا ہے اور اس کے عالم بھی ہوتے چلے آئے ہیں اور یہ عالم خدا کی رحمت کے نشان تا دور قیامت زمین پر موجود رہیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تو اس علم نے یہاں تک ترقی کی کہ یہ لوگ دنیا کے سب تعلقات چھوڑ کر اسی کی طرف ہو رہے اور رہبان بن کر پہاڑوں اور جنگلوں میں اپنی عمریں گزار دیں۔ لیکن حضور انور حضرت سیدنا محمد ﷺ نے اس کو درجہ اعتدال پر رکھ کر حکم دیا کہ خدا کی یاد میں بندگان خدا کے حقوق کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیے۔ اللہ کو یاد کرو دل سے اور مخلوق کی

marfat.com

خدمت کرو جسم سے۔ چنانچہ اب بھی صوفیائے کرام کا یہی دستور العمل ہے۔

از دروں شو آشنا واز بروں بیگانہ وش

ایں چنیں زیبا روش کم تر بود اندر جہاں

اور جس قدر اولیاء اللہ آج تک گزرے ہیں، وہ سب کسی نہ کسی کی غلامی کر کے اس مرتبہ اعلیٰ کو پہنچے ہیں۔ پس مرتبہ قرب حاصل کرنے کے واسطے کسی پیر کے ساتھ بیعت کرنا ضروری ہے اور اس کے بغیر جہالت اور گمراہی ہے۔ ہدایت پانے کا یہی طریقہ مقرر ہے اور یہی قیامت تک رہے گا۔

"وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ قَرِيْنٌ ٥" (۵۸)

حدیث شریف میں ہے کہ شیطان نے دل پر پنجہ مارا ہوا ہے۔ جب کوئی آدمی پیر کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے تو وہ پنجہ دل سے چھوٹ جاتا ہے۔ بعد ازاں جب پیر کی توجہ مرید کی طرف رہے یا مرید کا خیال پیر کی جانب رہے تب تک اس مرید کا دل اس شیطان کے دخل سے محفوظ رہتا ہے۔ چونکہ انسان کے سارے جسم کی اصلاح صرف دل کی اصلاح پر موقوف ہے تو لازم ہے کہ کسی پیر کے ساتھ تعلق پیدا کر کے دل کو پنجہ شیطان سے نجات دی جاوے تا کہ دل کی اصلاح ہو جاوے۔

"يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُو اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ٥" (۵۹)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صادق لوگوں کے ساتھ رہا

marfat.com

کرو"۔

صادقین سے مراد صوفیاء کرام ہیں۔ان کی صحبت میں رہ کر ہم خوف خدا اپنے دلوں میں پاتے ہیں۔ گناہوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ قرآن شریف کی اس آیت میں بھی انہیں لوگوں کی صحبت کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ تفسیر روح البیان میں اس آیت کے ضمن میں مرقوم ہے۔

(مفہوم) کہ پیر صادق وہ لوگ ہیں جو وصول الی اللہ کے طریق کے راہ نما اور ہادی ہیں۔اگر سالک راہ حق ان کے محبوں میں داخل ہو جائے اور ان کی تربیت میں داخل ہو جائے تو سیر الی اللہ اور ترک ماسوا کے درجہ تک پہنچ جائے گا۔

حضرت شیخ الاکبر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگر تو اپنے تمام اُمور کو کسی پاک وجود کے امر کے تحت نہ کرے تو تو ہوا و حرص کے جال سے کبھی رہائی نہیں پا سکتا۔ اگرچہ تو ساری عمر اپنے نفس کو مجاہدہ میں ڈالے رکھے۔ پس اگر تجھے کوئی ایسا وجود مل جائے جس کی تعظیم و تکریم تو اپنے نفس میں پائے تو اس کی خدمت لازم پکڑ اور اپنے آپ کو اس کے سپرد ایسے کردے جیسے کہ میت غسال (میت نہلانے والے) کے بس میں ہوتی ہے۔ وہ جس طرح چاہے تجھ میں تصرف کرے تو اپنی سب تدبیریں چھوڑ دے۔ تیرا اس کے ساتھ زندگی بسر کرنا عین سعادت ہے۔ تجھے چاہیے کہ جو وہ امر کرے فوراً اس کی تعمیل کرے اور جس بات سے وہ منع کرے اس سے ہٹ جاوے۔ اگر تجھ کو کسب کے لئے حکم کرے تو اس کے حکم سے کسب کرے نہ کہ اپنی

marfat.com

خواہش نفسانی سے، اور اگر تجھ کو کسب کے ترک کرنے کا حکم دے تو اس کے حکم سے ترک کر نہ کہ اپنی مرضی سے۔ کیونکہ وہ تیری بہتریوں کو تجھ سے بہتر جانتا ہے۔ پس اے فرزند! شیخ کی تلاش میں سعی کرو جو تیری رہنمائی کرے اور تجھ کو خواطر نفسانی سے بچائے۔ یہاں تک کہ تیرا نفس پاک ہو جائے۔ (۶۰) (۶۱)

"اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہ ط یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ o" (۶۲)

ترجمہ:۔ "اے رسول ﷺ جو لوگ تمہارے ساتھ بیعت کرتے ہیں۔ وہ ہماری ہی بیعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اُوپر ہوتا ہے"۔

سلسلہ میں بیعت کرنے سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی طالب کسی پیر کے ساتھ بیعت کرتا ہے اور پیر کے ہاتھ میں ہاتھ دیتا ہے۔ تو اس کا ہاتھ سلسلہ میں مسلسل ہو کر جناب رسالت مآب ﷺ کے مبارک ہاتھ میں پہنچتا ہے۔ جب کہ طالب رسول ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دے چکتا ہے تو اس آیت کے حکم سے اس کا ہاتھ خدا کے دست قدرت میں جاتا ہے۔ یہ ادنیٰ فائدہ پیر سلسلہ کے ساتھ بیعت کرنے کا ہے۔

"اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ" (۶۳)

ترجمہ:۔ "اپنے پروردگار کی اس طرح عبادت کر گویا کہ تو اس کو دیکھتا ہے

marfat.com

اور اگر یہ مرتبہ تجھ کو حاصل نہیں تو یہ سمجھ لے کہ خدا تعالیٰ تجھ کو دیکھتا ہے"۔

یہ حدیث شریف صحیح مسلم اور بخاری میں موجود ہے۔ شریعت میں اس کو علم احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس علم احسان کے حاصل کرنے کے واسطے ضروری ہے کہ کسی پیر و مرشد کے پاس حاضر ہو کر ان سے یہ علم حاصل کرے کیونکہ علماءِ باطن کے علاوہ سوای کسی سے یہ علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ان کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وِعَائَيْنِ فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُ فِيْكُمْ وَاَمَّا الْاٰخَرُ لَوْ بَثَثْتُ فِيْكُمْ لَقُطِعَ هٰذَا الْبَاحُوْمُ مِنِّىْ يَعْنِىْ مَجْرَى الطَّعَامِ ○ (۶۴) (رواہ البخاری)

ترجمہ:۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو علم لئے۔ ان میں سے ایک تو تمہارے درمیان ظاہر کرتا ہوں اور اگر دوسرا ظاہر کرتا ہوں تو میرا گلا کاٹ لیا جائے"۔

اس حدیث شریف سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک علم باطنی ہے، دوسرا علم ظاہری، علم ظاہری تو عالمان ظاہری سے حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن علم باطنی عالمان باطنی کی خدمت میں حاضر ہوئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ کسی پیر طریقت کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ علم بھی حاصل کیا جائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

علم دو ہیں، ایک وہ علم ہے جو زبان کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور ایک وہ جو

marfat.com

دل سے تعلق رکھتا ہے اور فرمایا کہ یہ دوسرا یعنی دل کا علم زیادہ نافع اور ضروری ہے۔ پس زبان کا علم تو عالمان ظاہر سے حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر علم قلب سوائے عالمان باطن یعنی صوفیائے کرام کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے ان کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری ہے۔ حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

علم خوانی ہم طریقش قولی است
حرف آموزی طریقش فعلی است
فقر خواہی او بصحبت قائم است
نے زبانت کارے آید نہ دست (۶۵)

مختصر یہ کہ علم قلبی یعنی علم باطن صوفیائے کرام کی خدمت میں حاضر ہونے اور ان کی صحبت سے مستفیض ہونے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسی کا نام فقر یعنی علم باطن ہے جس کے واسطے پیر و مرشد کی ضرورت ہے۔ (۶۶)

شیخ کی ضرورت اقوال مشائخ کی روشنی میں:

روحانی دنیا میں ایک شیخ کی ضرورت کی سب سے بڑی دلیل تو یہ ہے کہ ہم عملی زندگی میں ایک ایسے راہبر کی ضرورت محسوس کرتے ہیں جو اس راہ پر گزرنے کا کامیاب تجربہ رکھتا ہو۔ علوم دین اور اسلامی فلسفہ وغیرہ کے استاد تو بہت مل سکتے ہیں لیکن وہ روحانی معاملات سے تقریباً لاتعلق نظر آتے ہیں۔ مولانا روم نے مثنوی میں فرمایا کہ کوئی لوہا خود بخود تیز خنجر نہیں بن سکتا، جب تک وہ کسی لوہار کے ہاتھ نہیں

marfat.com

چڑھتا اور کوئی حلوائی از خود اپنے کام کا استاد نہیں بن سکتا، جب تک کسی شکر ریز کی شاگردی نہیں کرتا۔ فرماتے ہیں کہ میں خود بھی مولائے روم نہ بن سکتا تھا جب تک میں نے شمس تبریز کی غلامی اختیار نہ کی۔ یہی معنی درج ذیل اشعار میں پائے جاتے ہیں:۔

ہیچ کس از خود چیزے نہ شد
ہیچ آہن خنجر تیزے نہ شد
ہیچ حلوائی نہ شد استاد کار
تا کہ شاگردے شکر ریزے نہ شد
مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزے نہ شد (٦٧)

ماضی میں کسی ایک ایسے بزرگ کا نام نہیں ملتا کہ جو کسی بزرگ کی بیعت کیئے بغیر بزرگی کے رتبے پر فائز ہو گیا ہو۔ جس قدر بزرگ اب تک ہوئے ہیں ہر ایک نے کسی نہ کسی سے بیعت ضرور اختیار کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ضرورتِ شیخ کو محسوس کیا اور ہر زمانے میں کسی نہ کسی نبی یا رسول یا ہادی کو مبعوث فرمایا۔ کوئی زمانہ بھی ایسا نظر نہیں آتا جہاں کوئی ہادی مقرر نہیں کیا گیا، حتیٰ کہ نبوت ختم ہونے کے بعد بھی ایسے ہادی آتے رہے ہیں۔

حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ:

marfat.com

آپ فرماتے ہیں کہ پیر کامل کی صحبت کے بغیر کوئی شخص صوفی اور عارف باللہ نہیں بن سکتا۔ آپ کی کتاب "کشف المحجوب" (٦٨) تصوف کے اسرار سے بھری پڑی ہے اور اس موضوع پر بہترین کتاب تصور کی جاتی ہے۔ اس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرید اپنے پیر کی راہنمائی کے بغیر تصوف میں کوئی پیش رفت حاصل نہیں کر سکتا آپ کا قول ہے کہ جب کوئی سالک طریقت میں مجاہدہ سے راہ بنا رہا ہو تو وہ حالت تفریق میں ہوتا ہے اور جب بندہ پر عنایت اور ہدایت حق ہونے لگے تو وہ مقام جمع میں ہوتا ہے۔ علم اصول جمع ہے اور علم فروع تفرقہ ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ:

آپ فرماتے ہیں کہ عادت الٰہی اس بات پر جاری ہے کہ اس دنیا میں ایک پیر اور ایک مرید ہو، ایک مقتداء اور دوسرا مصاحب ہو، ایک پیشوا اور دوسرا پیروکار ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو استاد بنایا اور فرشتوں کو ان کے تابع کیا۔ دنیا میں انبیاء کو ارسال فرمایا اور کچھ لوگوں کو ان کا جانشین یا حواری بنایا۔ حتیٰ کہ حضور ﷺ کے جانشین حضرت ابو بکر صدیقؓ کو بنایا اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ مرشد اللہ اور بندے کے درمیان واسطہ یا برزخ ہے۔ (٦٩)

شیخ الاسلام ہروی علیہ الرحمہ:

آپ فرمایا کرتے تھے "الٰہی تو نے اپنے دوستوں کو کیا مرتبہ عطا کر دیا ہے

marfat.com

کہ جس نے ان کو پہچان لیا اس نے تجھے پہچان لیا اور جس کو تیری شناخت نصیب نہ ہوئی وہ ان کی شناخت سے بھی محروم رہا"۔ آپ کی اس بات سے معلوم ہوا کہ جو اولیا کو پہچان لے وہ خدا کو پہچان سکتا ہے بشرطیکہ کچھ خداشناسی کا رتبہ اس کو پہلے سے حاصل ہو۔ یعنی جو خداشناس نہیں وہی بزرگوں کا منکر ہوتا ہے۔

حضرت ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ:

آپ فرماتے ہیں کہ شیخ کو پکڑنا کتاب، سنت، اجماع اور قیاس کے عین مطابق ہے۔ جب تک سالک کے نفس پر تشدد کی ضرب ہوتی رہے تو وہ راہ شریعت پر چلنے والا ہوتا ہے اور جب بخوشی عبادت کرے اور عبادت میں لذت بھی ہو تو یہ طریقت ہے۔ طریقت میں نوبت قال کی بجائے حال پر پہنچ جاتی ہے۔ قال اور حال میں اتنا ہی فرق ہے جتنا صاحب قال اور صاحب حال میں فرق ہوتا ہے۔ یہی عاشقوں کی جماعت ہے۔

حضرت ابوسعید ابوالخیر علیہ الرحمہ:

آپ فرماتے ہیں کہ تصوف میں خدا سے دل کا بلاواسطہ تعلق قائم کر دیا جانا ہے۔ جس نے تصوف نہ سیکھا وہ نکما ہے۔ مدار طریقت بیعت پر ہے۔ فرماتے ہیں کہ بندہ بندگی سے ہے اور اس وقت ہی بندہ ہو سکتا ہے جب تک وہ دونوں جہانوں سے آزاد نہ ہو جائے، یہ سب طریقت کا حصہ ہے۔ آپ نے طریقت پر بہت سی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں آپ ذکر میں رقص فرماتے۔ آپ کا قول ہے کہ ایسا ذکر

marfat.com

صرف وہ کرسکتا ہے کہ جب وہ آستین کو اوپر اٹھائے تو عرش اعظم نظر آئے اور جب زمین پر پیر مارے تو تحت الثریٰ تک دیکھ لے۔ آپ کے قول کے مطابق جو لوگ طریقت کا راستہ اختیار نہیں کرتے ان کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ استوار نہیں ہو سکتا۔(۷۰)

حضرت عبدالعزیز دباغ علیہ الرحمہ:

آپ نے خزینہ معارف (ابریز) میں علوم طریقت کے متعلق گوہر افشانیاں کی ہیں اور طریقت کے مختلف پہلوؤں پر بہت زور دار تحریریں لکھوائی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ولی کامل انسان کو ایک لحظہ میں واصل باللہ بنا سکتا ہے۔ آپ نے اس کتاب میں طریقت کے بے شمار رموز و اسرار سے پردہ کشائی کی ہے جس سے طریقت کی صداقت کا علم ہوتا ہے۔ آپ کے کلام سے واضح ہو جاتا ہے کہ نا اہل لوگ طریقت کے پاس سے بھی نہیں پھٹک سکتے۔(۷۱)

علامہ اقبال علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

نظر نہیں تو مرے حلقہ ءِ سخن میں نہ بیٹھ
کہ نکتہ ہائے خودی ہیں مثال تیغ اصیل (۷۲)

حضرت عزّ الدین عبدالعزیز بن عبدالسلام علیہ الرحمہ:

آپ شروع شروع میں اولیا کے منکر تھے۔ جب ابوالحسن شاذلی علیہ الرحمہ کا کلام سنا تو چیخ اٹھے کہ لوگو! سنو یہ وہ کلام ہے جو پہلے نازل نہیں ہوا۔ اس کلام سے

marfat.com

متاثر ہو کر آپ نے ابوالحسن شاذلی سے بیعت حاصل کی۔ جب آپ کی صحبت سے مشرف ہوئے تو فرمایا کہ گروہ صوفیا دین کی بڑی بنیاد پر قائم ہے اور اس کی دلیل ان کی وہ کرامات ہیں جو ان کے ہاتھوں پر صادر ہوتی ہیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ ان بزرگوں کو نہیں مانتے ان کے چہروں پر راندہ درگاہ ہونے اور غضب الٰہی کی علامات پائی جاتی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ان کے چہرے بے رونق ہوتے ہیں اور یہ حقیقت اہل مشاہدہ سے پوشیدہ نہیں۔ (۷۳)

حضرت عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ:

آپ نے اپنی تصنیف انوارِ قدسیہ میں بیعت کو واجب قرار دیا ہے اور فرماتے ہیں کہ جب باطنی نجاستوں کا دور کرنا واجب ہے تو ان نجاستوں کے دور کرنے کا طریقہ (یعنی طریقت) کا سیکھنا بھی واجب ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ آدمی خود بخود اپنی اصلاح کرنے لگے تو اس کو کچھ فائدہ نہ ہوگا اگرچہ ہزاروں کتابیں حفظ کرلے۔ (۷۴)

امام غزالی علیہ الرحمہ:

آپ فرماتے ہیں کہ جو اللہ تک نہ پہنچ سکا تو اس لئے کہ وہ اس راہ پر چلا ہی نہیں، وہ اس راہ پر اس لئے نہیں چل سکا کہ اس نے اس راہ کی تلاش ہی نہ کی، تلاش اس لئے نہ کی کہ اس کو اس راہ کی پہچان نہ ہو سکی اور اس راہ سے پہچان اس لئے نہ ہوئی کہ اس کا ایمان مکمل نہ تھا۔ فرماتے ہیں کہ اس کا ایمان اس لئے مکمل نہ ہوا کہ وہ

marfat.com

مردان راہ کی راہبری سے محروم رہا۔ آپ نے دس سال کے درس و تدریس کا سلسلہ چھوڑ کر یہ مدت صرف روحانی تجربات اور تحقیقات کے لئے صرف کی اور آخر کار آپ نے یہ نتیجہ نکالا کہ مشائخ کا گروہ ہی ایسا ہے جس سے لوگ اللہ کی طرف ہدایت پا سکتے ہیں اور یہ لوگ اسی کام کے لئے اللہ کی طرف سے منتخب ہوئے ہیں۔ آپ نے اپنی اس تحقیق کو احیاء العلوم کی چار جلدوں میں اور المنقذ من الضلال (۷۵) میں قلمبند فرمایا ہے۔ امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جس طرح باقی علوم کا حاصل کرنا فرض ہے اسی طرح علم سلوک کا حاصل کرنا بھی فرض ہے۔

حضرت معین الدین چشتی علیہ الرحمہ:

حضرت معین الدین چشتی علیہ الرحمہ کے فرمودات کئی کتابوں پر مشتمل ہیں اور آپ کا تمام کلام تصوف میں اعلیٰ مقام رکھتا ہے۔ آپ کی تربیت عثمان ہارونی علیہ الرحمہ نے کی اور اس تربیت کے دوران اور کسی کو مرید نہ کیا۔ جب تربیت مکمل ہوئی تو معین الدین چشتی علیہ الرحمہ کو روضہ رسول ﷺ پر پیش کیا اور فرمایا کہ حضور یہ میری ساری عمر کی کمائی ہے۔ اس کو قبول فرمائیں۔ آپ ﷺ نے قبول فرمایا اور ہندوستان کے ایک شہر اجمیر شریف میں آپ کو منصب ارشاد پر تعینات فرمایا۔ (۷۶)

حضرت شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ:

marfat.com

آپ نے ''عوارف المعارف'' میں تصوف سے متعلق مکمل تفصیل باہم بیان فرمائی ہے۔ اس کا شمار تصوف کی بہترین کتابوں میں کیا جاتا ہے۔ آپ عبداللہ بن بشر علیہ الرحمہ کے واسطے سے ایک صحیح حدیث کی روایت لکھتے ہیں کہ اگر ایک جگہ بیس یا اس سے زیادہ افراد جمع ہوں اور ان میں ایک شیخ بھی ایسا نہ ہو جو اللہ سے ڈرانے والا ہو تو سب کا معاملہ خطرناک ہو جاتا ہے۔ آپ یہ بھی لکھتے ہیں کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ ہدایت یافتہ لوگوں کی پیروی کرو اور اس سے مراد مشائخ کرام کے سوا اور کوئی شخص نہیں لیا جا سکتا۔ فرماتے ہیں کہ ایک حدیث شریف میں ہے کہ جب سفر میں دو یا تین آدمی ہوں تو ان میں ایک امیر بن جائے۔ ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ کسی قبیلے میں شیخ ایسا ہی ہوتا ہے کہ جیسا کسی امت میں نبی (اَلشَّیْخُ فِیْ قَرْیَتِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ) (۷۷)

حضرت عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ:

آپ نے امام مالک علیہ الرحمہ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ فقہ کا علم حاصل کیے بغیر تصوف حاصل کرنے والا زندیق ہوتا ہے اور تصوف کے بغیر فقہ کا علم حاصل کرنے والا فاسق ہوتا ہے۔ جس نے فقہ اور تصوف دونوں کو جمع کیا وہ محقق ہے۔ (۷۸)

حضرت امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ:

آپ فرماتے ہیں کہ توحید، رسالت، عقائد، زہد و تقویٰ، مکاشفات، اور

marfat.com

ذکر اذکار وغیرہ کی درستگی کے لئے شیخ کا ہونا ضروری ہے اور سلوک کا طے کرنا ایک شیخ کے بغیر ممکن نہیں۔ فرماتے ہیں کہ خواہ کوئی کتنا ہی زاہد اور عابد کیوں نہ ہو وہ شیطان کے پھندوں سے بچ نہیں سکتا۔ یہ علم سلسلہ وار بزرگوں سے چلا آرہا ہے اور اس تعلیم کی ابتدا رسول اللہ ﷺ سے شروع ہوئی۔ شیخ نائب رسول اللہ ﷺ ہوتا ہے اور مریدین کی جماعت کو راہِ حق دکھاتا ہے۔ آپ نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ جس کا کوئی پیر نہیں اسکا شیطان پیر ہوتا ہے۔ (۷۹)

حضرت علامہ ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ:

ولائت پر فائز ہونے کے بعد سالک پر انوار رسالت کا انعکاس شروع ہو جاتا ہے اور پرتو جمال محمدی ﷺ اس کی روح کو روشن کر دیتا ہے اور یہ دولت ان کو ملتی ہے جو بکثرت اولیاء کی صحبت میں حاضر رہیں۔ فناء القلب، جو اللہ تعالیٰ کی کشش اور جذب سے حاصل ہوتا ہے، مشائخ کے توسط سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ ذکر یا مراقبے سے یہ استطاعت پیدا ہو جاتی ہے کہ مرید حضور ﷺ سے یہ فیضان یا القا قبول کر سکے اور دوری کے حجاب الٹ جائیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام باتیں ایک شیخ کی موجودگی کے بغیر ممکن نہیں۔

حضرت عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ:

آپ باتصرف بزرگ تھے اور ہر وقت بادشاہِ وقت کے ساتھ منسلک رہتے تا کہ بادشاہ کسی قسم کی غیر اسلامی روش اختیار نہ کرے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمیں

marfat.com

یہی کام سونپا گیا ہے کہ بادشاہ کی حرکات وسکنات پر نظر رکھی جائے۔ فرماتے ہیں کہ اگر میں پیری مریدی کرتا تو دنیا میں کسی کو کوئی مرید نہ ملتا اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ الٰہی جسے تو تباہ کرنا چاہتا ہے اسے ہمارا دشمن بنا دیتا ہے۔ آپ صاحب تصرف بزرگ تھے اور آپ کو تصرف حاصل ہونے اور آپ کی روحانی زندگی کے کمالات طریقت کے اثبات میں دلائل ہیں۔ (۸۰)

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ:

طریقت پر آپ نے بہت سی کتب تصنیف فرمائیں ہیں اور ''مکتوبات'' میں تصوف کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی ہے۔ مبداء ومعاد میں روحانی علوم پر وافر تفصیل فراہم کی ہے۔ آپ نے واصل باللہ ہونے کے طریقے، مرید کا کام پیر کے بغیر دشوار ہونے، تربیتی مراحل کو طے کرنے، قلیل مدت میں نسبت کی تکمیل ہونے، صحبتِ فقرا سے فیوض وبرکات حاصل کرنے، مرشد کی نظروں سے فیضان حاصل کرنے، اولیا اللہ کا امراض قلبی کا علاج کرنے، مرید کو بلند مراتب پر فائز کرنے، طریقت میں شریعت کی متابعت اور شیخ سے محبت کا لزوم ہونے، اولیا اللہ کا نسبت کی عطا پر پوری قدرت رکھنے پر بہت طویل تحریریں رقم فرمائی ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے کہ بزرگوں کا طریق صحابہ کرام علیہ الرحمہ کا طریق ہے۔ کوئی کتنا بڑا پرہیز گار کیوں نہ ہو بزرگوں کی صحبت سے مستغنی نہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دو سال کے لئے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی صحبت اختیار کی اور فرمایا کرتے

marfat.com

تھے کہ اگر یہ دو سال نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو گیا ہوتا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات میں متعدد بار اس حقیقت کا اظہار کیا ہے اور فرمایا ہے "سایہ راہبر بہ است از ذکرِ حق" یعنی پیر کا سایہ ذکر حق سے بہتر ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ "جاننا چاہے کہ میرے پیر اور وصول الی اللہ میں راہنما وہ لوگ ہیں جن کے توسط سے میں نے اس راہ سلوک میں آنکھیں کھولی ہیں اور ان ہی کی وساطت سے میں نے راہ سلوک کے معاملہ میں لب کشائی کی ہے اور طریقت میں الف اور با کا سبق انہی سے لیا ہے۔ میں نے مولویت کا ملکہ بھی انہی کی توجہ شریف سے حاصل کیا ہے۔ اگر مجھ میں علم ہے تو انہی کی طفیل اور معرفت ہے تو وہ بھی ان ہی کے توجہات کا اثر ہے۔ میں نے نہایت کو بدایت میں درج کرنے کا طریقہ ان ہی سے سیکھا ہے۔ میں نے قیومیت کی جہت سے جذب کی نسبت بھی انہی سے اخذ کی ہے۔ میں نے ان کی ایک نظر سے وہ فیض پایا ہے جو دوسروں کو چالیس دن کی چلہ کشی میں بھی میسر نہیں آ سکتا۔ میں نے ان کی گفتگو سے وہ کچھ پایا جو دوسرے برسوں میں بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ (۸۱)

حضرت شیخ عبدالعزیز محدّث دہلوی علیہ الرحمہ:

آپ نے اس بات پر بہت تفصیل سے بات کی ہے کہ آیت۔ وسیلہ (وابتغو االیه الوسیله سورہ المائدہ۔ آیت ۳۵) میں وسیلہ تلاش کرنے کا حکم ہے اور اس وسیلے سے مراد مرشد کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ فرماتے ہیں کہ

marfat.com

کچھ لوگ اس آیت میں وسیلے سے مراد نیک عمل لیتے ہیں اور مرشد کا انکار کرتے ہیں لیکن ان کو معلوم نہیں کہ اگر نیک عمل وسیلہ ہے تو مرشد بدرجہ اولیٰ ایک وسیلہ ہے۔آپ نے وہ حدیث بھی نقل فرمائی ہے جس میں پاک لوگوں کو کشتی نوح اور دروازہ حطہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت علی ﷺ کا قول مشہور ہے جو آپ فرمایا کرتے تھے کہ "ہم اہل بیت کشتی نوح کی طرح ہیں جو اس میں سوار ہوا پار ہو جائے گا(☆)"۔(۸۲)

حضرت شمس الدین سیالوی علیہ الرحمہ:

آپ فرمایا کرتے تھے کہ پیر کے بغیر روحانیت میں ترقی ممکن نہیں۔آپ نے فرمایا کہ پیر کی صحبت سے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نصیب ہوتی ہے۔مرید کو چاہیے کہ خود کو پیر میں محو کر دے تا کہ وہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مظہر کو دیکھ سکے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت معین الدین چشتی علیہ الرحمہ ایک قبرستان سے گزر رہے تھے تو آپ نے مشاہدہ کیا کہ عثمان ہارونی علیہ الرحمہ کے ایک مرید کو قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔دیکھتے ہی دیکھتے عثمان ہارونی علیہ الرحمہ کی روح وہاں پہنچ گئی اور فرشتوں کو عذاب دینے سے منع کیا۔فرشتوں نے کہا کہ آپ کے مرید کو اس لئے عذاب دیا جا رہا ہے کہ اس کے اعمال آپ کی ہدایت کے مطابق نہ تھے۔عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ ٹھیک ہے لیکن اس شخص نے اپنا ہاتھ اس فقیر کے ہاتھ میں دیا ہوا ہے۔یہ سن کر فرشتے چلے گئے اور ایک ندا آئی کہ اس شخص کو اس پیر

marfat.com

کے طفیل بخش دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں بزرگوں کی خاطر ان کے عزیزوں کو بخش دینے کا ذکر سورہ الرعد کی آیت ۲۳ میں آیا ہے۔ اس کے علاوہ احادیث اس بات پر ناطق ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی امت سے ستر ہزار ایسے لوگ ہوں گے جن میں سے ہر ایک ستر ہزار ان لوگوں کو بخشوا لے گا جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔ (۸۳)

حضرت سائیں توکل شاہ علیہ الرحمہ:

آپ نے ''ذکر خیر'' میں فرمایا ہے کہ بیعت کرنے سے مرید کو دینی، دنیاوی کاموں میں اللہ کی حفاظت مل جاتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ مرید کی ہر چیز کا مالک اس کا پیر ہوتا ہے اور اس کے بدلے میں پیر پر یہ ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے کہ مرید کے لئے جان کنی کے وقت مدد کرے تاکہ اس وقت اس کے لب پر ذکر الٰہی جاری ہو جائے اور شیطان اس کا ایمان سلب نہ کر لے۔ فرماتے ہیں کہ پیر منکر نکیر کے سوال کے جواب میں آسانی پیدا کرواتا ہے اور پل صراط پر اس کی مدد کرتا ہے اور بالآخر سید المرسلین ﷺ کی شفاعت میں داخل کروانے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ جو مرید دل و جان سے پیر کے عاشق ہوں ان کا معاملہ تو بیان سے باہر ہے۔ (۸۴)

صوفی شعراء اور ضرورت شیخ:

اگر صوفی شعراء کے کلام کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات بخوبی معلوم ہو جائے گی کہ انہوں نے اپنے کلام میں جا بجا اس بات پر زور دیا ہے کہ شیخ کامل کے بغیر

marfat.com

طریقت، معرفت، حقیقت کا حاصل کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ اسی کے بارے میں علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ مقام شوق صدق ویقین کے بغیر ہاتھ نہیں آتا اور یقین صحبت جبریل امین (شیخ کامل) کے بغیر ممکن نہیں۔ اقبال فرماتے ہیں کہ دین کو کتابوں میں نہ ڈھونڈو۔ علم کتابوں میں مل سکتا ہے مگر دین سوائے نظر کے نہیں ملتا۔ حضرت مولانا روم فرماتے ہیں کہ کتابوں کو آگ میں پھینک دو اور اپنے دل کا رخ محبوب شیخ کی طرف کرو۔ حضرت سلطان عارفین فرماتے ہیں کہ اللہ کا راستہ بغیر مرشد کے نہیں ملتا۔

الف اللہ چنبے دی بوٹی مرشد من وچ لائی ہو
نفی اثبات دا پانی ملیا ہر رگے ہر جائی ہو
اندر بوٹی مشک مچایا جان پھلن تے آئی ہو
جیوے مرشد کامل باھو جیں ایہہ بوٹی لائی ہو

نہ میں جوگی، نہ میں جنگم، نہ میں چلہ کمایا ہو
نہ میں بھج مسیتی وڑیا نہ تسبا کھڑکایا ہو
جو دم غافل سو دم کافر مرشد ایہہ فرمایا ہو
مرشد سوہنی کیتی باھو پل وچ چا بخشایا ہو

marfat.com

پیر ملے تے پیڑ نہ جاوے، ناں اس "پیر" کیہہ دھرنا ہو
مرشد ملیاں رشد نہ من نوں اوہ مرشد کیہہ کرنا ہو
جس ہادی تھیں نہیں ہدایت اوہ ہادی کیہہ پھڑنا ہو
سر دتیاں حق حاصل ہووے موتوں مول نہ ڈرنا ہو

باجھ حضوری نہیں منظوری پے پڑھن بانگ صلاتاں ہو
روزے نفل نماز گزارن، پے جاگن ساریاں راتاں ہو
باجھوں قلب حضور نہ ہووے، کڈھن پے زکاتاں ہو
باجھ فنا رب حاصل ناہیں، نہ تاثیر جماتاں ہو

نہ رب عرش معلٰے اتے نہ رب خانے کعبے ہو
نہ رب علم کتابیں لبھا، نہ رب وچ محرابے ہو
گنگا تے رتھ مول نہ ملیا پینڈے بے حسابے ہو
جد دا مرشد پھڑیا باہو چھٹے سب عذابے ہو

ایہہ تن میرا چشماں ہووے، مرشد ویکھ نہ رجاں ہو
لوں لوں دے مڈھ لکھ لکھ چشماں، ہک کھولاں ہک کجاں ہو

marfat.com

اتناں ڈھٹیاں صبر نہ آوے ہور کدے دل بجاں ہو
مرشد دا دیدار ہے باہو مینوں لکھ کروڑاں حجاں ہو (۸۵)

حضرت میاں محمد بخش کے نزدیک شیخ کامل کی اہمیت:

شیخ کامل کی اہمیت، آپ کے ایک ایک شعر سے واضح ہے۔آپ کا لکھا ہوا ایک ایک مصرع، ضرورت شیخ، افادیت شیخ اور تصرف شیخ کی نشاندہی کرتا ہے۔

سب کچھ کیتا یار حوالے، تن من جان بھی تیری
میں کوجھی دا مرشد توں ہیں لاج رکھیں ہن میری

مرشد دا احسان میرے تے سار لئے محتاجاں
ایتھے اوتھے دوئیں جہانیں، پیر میرے نوں لاجاں

پیر دے ہتھ وچ ہتھ نوں دے کے بھید نہ دلدا کھولیں
جیہڑا کلمہ پیر پڑھاوے اوہی کلمہ بولیں
جیہاں عشق نمازاں پڑھیاں اوہ کدے نہ مردے
کامل مرداں دے درجا کے ویکھ لے دیوے بلدے

marfat.com

راہ دے راہ دے ہر کوئی کہندا، میں بھی آکھاں راہ دے
بن مرشد تینوں راہ نہیں لبھنا مر ویسیں وچ راہ دے

مالی دا کم راکھی کرنا، پھل پکے ہون یا کچے
پیر مریداں دے سر رہندے جھوٹے ہون یا سچے

صحبتِ شیخ اور استمداد از شیخ کے متعلق آپ نے مثالیں پیش کی ہیں، فرماتے ہیں۔

برے بندے دی صحبت یارو! جیویں دکان لوہاراں
کپڑے بھانویں کنج کنج بہیئے، چنگاں پین ہزاراں

چنگے بندے دی صحبت یارو! وانگ دکان عطاراں
سودا بھانویں مول نہ لئے ہلے آون ہزاراں

کی ہویا جے میں گن ہاری بھیڑے عملاں والی
میرے عیب چھپاون کارن، سرکار دی کملی کالی

marfat.com

کدھرے پتلا بیج رلاوے کدہرے کرے گنیرا
کدھرے تھوڑا پانی لاوے کدہرے دے ودھیرا

ہر ہر بکھے پانی پیرے ،ہر آوے، ہر بنے
ہکناں نوں سر راس کریندا، گل ہکناں دے بھنے

غیر کولوں میں کیونکر منگاں، خصم کنگال نہیں میرا
غوث الاعظم بوہڑ شتابی، تار اساں دا بیڑا

جتن جتن ہر کو کھیڈے ہارن کھیڈ فقیرا
جتن دا مل کوڈی پے سی، ہارن دا مل ہیرا

مرد ملے تے مرض گواوے، اوکن دے گن کردا
کامل پیر محمد بخشا، لعل بناون پتھر دا

اوکھی گھاٹی مشکل پینڈا، واٹ لمبی توں کلا
جے منزل مقصود نوں پاونا، پھڑ مرشد دا پلا

marfat.com

ولی اللہ دے بھانڈا تک کے پاندے خیر حضوروں
جیہڑا پاک، غروروں خالی سو پر کر دے نوروں

ہر مشکل دی کنجی یارو ہتھ مرداں دے آئی
مرد نگاہ کرن جس ویلے، مشکل رہے نہ کائی
قلم ربانی ہتھ ولی دے لکھے جو من بھاوے
مردے نوں رب قدرت بخشی لکھے لیکھ مٹاوے

مرد انیندے، مرد تنیدے، کردے مرد لویراں
سیون مرد، پوشاک بناون، شاد کرن دلگیراں

مرداں دے ہتھ کا رج سارے آپ خداوند سٹے
دنیاں باغ، ولی وچہ مالی، بوٹے لاوے پٹے

جس دے اندر عشق نہ رچیا، کتے اس تھیں چنگے
مالک دے در راکھی کر دے، صابر، بھکے، ننگے

میاں محمد بخش فرماتے ہیں کہ مجھے جو کچھ ملا اپنے مرشد سے ہی ملا ہے۔

marfat.com

مرشد کی صحبت سے حاصل کردہ فیوض کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

میں نیواں میرا مرشد اُچا، میں اچیاں دے سنگ لائی
صدقے جاواں انہاں اُچیا اُتوں، جہاں نیویاں نال نبھائی

صحبت مجلس پیر میرے دی بہتر نفل نمازوں
ہک ہک سخن شریف انہاں دا کردا محرم رازوں

چھبی مارلیاون موتی وحدت دے دریاؤں
کھریاں گلا کھریاں چالاں، دامن پاک ریاؤں

بخشش جتنا قدر نہ میرا اس نوں سبھ وڈیایاں
میں گلیاں دا روڑا کوڑا محل چڑھایا سایاں(۸۶)

☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com

المراجع

(۳۶) پارہ ۶، رکوع ۱۰

(۳۷) مثنوی شریف، مولانائے روم

(۳۸) ضرورت مرشد، پیر سید جماعت علی شاہ

(۳۹) پارہ نمبر ۶، رکوع نمبر ۷

(۴۰) پ ۶، ع ۷

(۴۱) پ ۶، ع ۷

(۴۲) سورہ عبس

(۴۳) روایت بخاری

(۴۴) پ ۲۵، ع ۱۲

(۴۵) پارہ نمبر ۱۹، رکوع نمبر ۲

(۴۶) پارہ نمبر ۱۳، رکوع نمبر ۱۰

(۴۷) پارہ نمبر ۹، رکوع نمبر ۱۰

(۴۸) پارہ نمبر ۱۹، رکوع نمبر ۴

(۴۹) پارہ نمبر ۳۰، رکوع نمبر ۱۶

marfat.com

(۵۰) پارہ نمبر ۲۷، رکوع نمبر ۱۷

(۵۱) پارہ نمبر ۱۴، رکوع نمبر ۱۲

(۵۲) پ ۱۹، ع ۷

(۵۳) (پ ۲۲، ع ۳

(۵۴) (پ ۱۸، ع ۱۰

(۵۵) (پ ۲۲، ع ۲

(۵۶) (پ ۲۸، ع ۱۴)

(۵۷) (پ ۲۲، ع ۶)

(۵۸) (پ ۲۵، ع ۱۰)

(۵۹) (پ ۱۱، ع ۴)

(۶۰) تفسیر روح البیان

(۶۱) ضرورت مرشد

(۶۲) (پ ۲۶، ع ۹)

(۶۳) (بخاری شریف)

(۶۴) (رواہ البخاری)

(۶۵) بخاری

(۶۶) ضرورت شیخ

marfat.com

(۶۷) مثنوی، مولانائے روم، الفیصل ناشران

(۶۸) کشف المحجوب، علی ہجویری

(۶۹) غنیۃ الطالبین، شیخ عبد القادر جیلانی

(۷۰) بیعت کی تشکیل و تربیت، عبد اللطیف

(۷۱) خزینہ معارف، پیر حسن

(۷۲) کلیاتِ اقبال

(۷۳) بیعت کی تشکیل و تربیت

(۷۴) انوارِ قدسیہ، عبد الوہاب شعرانی

(۷۵) النمقز من الضلال (ترجمہ تلاش حق، امام غزالی)

(۷۶) ہشت بہشت

(۷۷) عوارف المعارف، شہاب الدین سہروردی

(۷۸) القول الجمیل، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

(۷۹) فیصلہ ہفت مسئلہ، امداد اللہ مہاجر مکی

(۸۰) بیعت کی تشکیل و تربیت

(۸۱) مکتوباتِ ظل سبحانی

(۸۲) القول الجمیل، شاہ ولی اللہ

(۸۳) بیعت کی تشکیل و تربیت

marfat.com

(۸۴) ذکر خیر، سید محبوب علی شاہ

(۸۵) ابیات باھو، سلطان باھو

(۸۶) سیف الملوک، میاں محمد بخش

☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com

باب چہارم

اجزائے بیعت

۱۔توبہ ۲۔ورع ۳۔زہد ۴۔فقر
۵۔صبر ۶۔توکل ۷۔ایثار ۸۔رضا

marfat.com

اجزائے تربیت:

جب کوئی شخص بیعت کرتا ہے تو شیخ کامل اُس کی طبیعت اور باطنی استعداد کا مطالعہ کرتا ہے، اُس کی باطنی صلاحیت کا جائزہ لیتا ہے کیونکہ نفس، قلب اور روح کی خوبی اور خرابی کا اشارہ کرتا ہے۔ پھر باطن کے مکروہ اور غلط رویوں کو پاکیزگی میں بدلنے کے لئے اور اس کے اخلاق باطنیہ کو سنوارنے کے لئے تدابیر اختیار کرتا ہے تاکہ اُس کے باطن میں پاکیزہ اخلاقیات کے اہم ترین اجزاء اور ایسی اخلاقی قوتیں پیدا ہو جائیں جو کمال انسانی کے لئے بنیادی ضروریات میں سے ہیں۔ ذیل میں ان اخلاقی عنوانات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ جو اہل تصوف قرآن و سنت کی روشنی میں تربیت کے سلسلے میں بیان کرتے رہے ہیں۔

۱۔ توبہ　　۲۔ ورع　　۳۔ زہد　　۴۔ فقر　　۵۔ صبر

۶۔ توکل　　۷۔ ایثار　　۸۔ رضا

۱۔ توبہ:

توبہ سلوک کا اولین مقام ہے۔ تصوف میں بیعت کا آغاز توبہ ہی سے ہوتا ہے۔ اور یہ طریقہ قرآن حکیم اور سنت نبوی ﷺ کے عین مطابق ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا"

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو خالص توبہ"۔ (۸۷)

marfat.com

معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو۔ اور اس سے استغفار کرو۔ کیونکہ میں خود روزانہ سو مرتبہ اللہ سے توبہ واستغفار کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اگر مجھے معلوم ہو کہ صرف ایک شخص دوزخ میں جائے گا تو میں ڈروں گا کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں۔ اور اگر معلوم ہو کہ صرف ایک شخص جنت میں داخل ہوگا تو مجھے امید ہوگی کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں۔

(کتاب اللمع از ابونصر السراج: (م ۳۷۸ھ)

توبہ دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ کہ بندہ اپنے رب کی طرف خلوص کے ساتھ متوجہ ہو کر اپنے گناہوں کی ایسی معافی مانگے جس میں ریا اور نفاق کا ذرا بھی عمل دخل نہ ہو۔ توبہ کی توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص رحمت کی وجہ سے ملتی ہے۔ اور یہ وہی درِ رحمت ہے جو خالق نے اپنی مخلوق کی نجات کے لئے کھول رکھا ہے۔ توبہ کا دروازہ موت تک کھلا ہے۔ اور جب موت کا فرشتہ حاضر ہو جاتا ہے تو یہ دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ (۸۸)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے توبہ نصوح کا مطلب پوچھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب تم سے کوئی قصور ہو جائے تو اپنے گناہ پر نادم ہو پھر شرمساری کے

marfat.com

ساتھ اس پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور آئندہ کبھی اس فعل کا ارتکاب مت کرو"۔

۲۔ ورع:

یہ سلوک کا دوسرا مقام ہے۔ ہر مشتبہ چیز کو ترک کر دینا "ورع" کہلاتا ہے۔ اس کی تعلیم بھی قرآن وسنت میں دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ"

"اور جو کوئی محرمات الٰہی کی تعظیم کرے تو اس کے لئے اس کے رب کے نزدیک بہتر ہے"(۸۹)

حلال وحرام کی دو حدوں کے درمیان کچھ ایسی چیزیں ہیں جن پر نہ تو حلال کا حکم صادق آتا ہے اور نہ حرام کا۔ ان اشیاء کو شبہات کہتے ہیں۔ ان سے پرہیز کرنا سالک کے لئے بہت ضروری ہے۔

محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا:

"ان امور کو ترک کر دو جو شک میں ڈالیں اور وہ باتیں اختیار کرو جو شک و شبہ سے بالاتر ہوں"۔ (ترمذی شریف)

حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ نے حضور رسالت مآب ﷺ سے نیکی اور گناہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اے وابصہ تو پوچھنے آیا ہے کہ نیکی کیا ہے اور گناہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ "جی حضور" یہ سن کر آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا: "اپنے دل

marfat.com

سے پوچھ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار یہ الفاظ دہرائے اور پھر فرمایا: نیکی وہ ہے جس سے دل مطمئن ہو اور سکون نصیب ہو۔ اور گناہ وہ ہے جو نفس میں خلش پیدا کرے اور دل میں کھٹکے۔ اگرچہ لوگ اس کے جواز کا فتویٰ دیں"۔ (۹۰)

صوفیاء نے "ورع" کا ہمیشہ خیال رکھا ہے۔ کیونکہ اسی سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً ممنوعات اور محرمات سے بچنا اور اجتناب کرنا تو ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ لیکن تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ مشکوک چیزوں سے بھی اپنے آپ کو بچایا جائے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کوئی شخص اس وقت تک متقی نہیں بن سکتا جب تک گناہ میں پڑنے کے ڈر سے وہ چیز نہ چھوڑ دے جس میں گناہ کا اندیشہ ہو۔" (ابن ماجہ۔ ترمذی شریف)

حضرت عبداللہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔

"بیشک حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں۔ اکثر لوگ ان کو نہیں جانتے۔ پس جو مشکوک چیزوں سے بچا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچالیا۔ اور جو مشکوک چیزوں میں پڑا وہ حرام میں جا پڑا۔ تو وہ اس چرواہے کی مانند ہے جو چراگاہ کے گرد اپنے مویشی چراتا ہے بہت ممکن ہے کہ وہ (اپنے مویشی) اس (چراگاہ) میں چرانے لگے۔ خبردار رہو کہ ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں خبردار!

marfat.com

تمہارے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ جب وہ درست ہو گیا تو سارا جسم سدھر گیا۔ اور جب وہ بگڑ گیا تو سارا جسم بگڑ گیا۔ جان لو کہ وہ دل ہے"۔ (بخاری و مسلم)

تصوف میں اصلاح قلب کے لئے ورع یعنی مشکوک اشیاء سے اپنے آپ کو بچانا بہت ضروری ہے۔ اس لئے صوفی ہمیشہ مکروہات سے بچتا ہے۔ کیونکہ دل میں ذراسی بھی کثافت اس کی طہارت و پاکیزگی کو میلا کر دیتی ہے۔ اور تزکیہ نفس کے لئے اس کا ہر وقت خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا: "دل کی اصلاح سے ہی اعمال کی اصلاح ہوگی"

۳۔ زہد:

سلوک کا تیسرا مقام "زہد" ہے۔ اس کی تعلیم بھی قرآن و سنت میں دی گئی ہے۔ قرآن حکیم میں حیات دنیا کو "متاع الغرور" کا نام دیا گیا ہے۔ یعنی دھوکے کا سامان۔ اس میں دنیا سے کم سے کم دل بستگی پیدا کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اسی کا نام زہد ہے۔ یعنی بے رغبتی پیدا کر لینا کہ کسی چیز کو حقیر سمجھ کر توجہ نہ دینا۔ دل کو دنیا سے دور کرنے کو بھی زہد کہتے ہیں۔۔ مومن کو نہ تو دنیا چھوڑنے کا حکم ہے کہ سب کچھ ترک کر کے جنگل میں نکل جائے اور نہ ہی دنیا میں دل لگانے کا حکم ہے۔ تصوف میں ترک دنیا یا زہد سے مراد یہ ہے کہ مومن اسی دنیا مین رہ کر اللہ سے دل لگائے۔ دنیا کو آخرت کی کھیتی سمجھتے ہوئے اس میں نیکی کا بیج بوئے نہ کہ اسے عشرت کدہ سمجھتے ہوئے بدی کاشت کرے۔ اور گناہ کی فصل تیار کرے۔ دنیا بڑی

marfat.com

دلکش اور دلفریب ہے۔ اس میں نفسانی خواہشات کو نشوونما دینے کی بڑی صلاحیت موجود ہے۔ جس کے پیچھے شیطانی قوتیں رازداری سے کام کر رہی ہیں۔ دنیا مومن کے لئے ایک امتحان گاہ ہے۔ اس کمرہ امتحان کو ہم چھوڑ نہیں سکتے۔ اس میں رہ کر ہم نے زندگی کا پرچہ حل کرنا ہے جس کا وقت مقرر ہے اور اضافی وقت نہیں دیا جائے گا۔ اس کا نتیجہ موت کے بعد نکلے گا۔ یہاں نگران اعلیٰ خود اللہ تعالیٰ ہے اور کراماً کاتبین (نیکی بدی لکھنے والے فرشتے) بھی ہر فعل تحریر میں لا رہے ہیں۔ ایسی آزمائش گاہ میں مومن کو بھلا عیاشی سوجھتی ہے! اسی لئے فرمایا کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے جس سے وہ خالق کی مرضی اور امر کے مطابق رہائی پر خوش ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے رب کے بلاوے پر خوشی سے لبیک کہتا ہے اس کے لئے موت بھیانک نہیں ہوتی بلکہ حسین ہوتی ہے۔ کیونکہ موت تو ایک بلاوا ہے بندے اور اس کے رب کی ملاقات کا۔ اور جو لوگ اس دنیا میں دل لگا لیتے ہیں۔ محاسبے اور حساب و کتاب سے بے فکر دنیا کے چند دنوں کو ہی دائمی سمجھ لیتے ہیں۔ وہ بھلا موت کی تمنا کرتے ہیں۔۔۔ ہرگز نہیں وہ موت سے ڈرتے ہیں چیختے چلاتے ہیں کہ ہائے یہ عیش و عشرت اس سے چھوٹ گئی۔ ترک دنیا تو بس یہی ہے کہ اس دنیا میں رہ کر ہر اس چیز کو چھوڑ دو جو بندے کو اپنے رب سے دور کرتی ہے۔ یہی زہد ہے جو صوفیاء کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ حلال کو حرام ٹھہرانے کا نام زہد نہیں۔ (۹۱)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

marfat.com

"وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ"

"اور یہ دنیاوی زندگی تو محض کھیل تماشہ ہے۔ اور بے شک آخرت کا گھر ہی سچی زندگی ہے اگر تم سمجھتے"۔ (۹۲)

محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا:

"دنیا میں اس طرح رہ گویا تو ایک مسافر ہے یا ایک راستہ عبور کرنے والا"۔ (مشکوۃ شریف)

صحابہ کرام ﷺ میں حضرت ابوبکر صدیق ﷺ زہد کی صفت سے خوب مالا مال تھے۔ وقت کا تقاضا اور صورت حال کی مجبوری تھی کہ آپ ﷺ نے خلافت کا بوجھ اٹھایا' آپ ﷺ نے بارہا اپنے خطبوں میں ارشاد فرمایا۔۔ اگر کوئی اس بار کو اٹھانے کے لئے تیار ہو جائے تو وہ نہایت خوشی کے ساتھ اس سے سبکدوش ہو جائیں گے۔

آپ ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ "کاش میں گھاس کا تنکا ہوتا جسے بکری کھا جاتی"

حضرت حسن ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے دوران خطبہ حضرت عمر فاروق ﷺ کو دیکھا کہ ان کے لباس میں تیرہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ حضرت عمر ﷺ زہد کے بلند درجے پر تھے۔ مال غنیمت کے ڈھیر تقسیم کر دیتے اور خود چادر جھاڑ کر اٹھ کھڑے ہوتے۔

marfat.com

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ایک یہودی کے باغ میں محنت مزدوری کرتے اور رزق حلال کما کر لاتے۔ اور اکثر خیرات کر دیتے۔ صحابہ کرام کی زندگیاں زہد و تقویٰ کا کامل نمونہ تھیں۔

ابن ماجہ میں سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسا عمل بتا دیجیے کہ میں اس پر عمل کروں تو اللہ مجھ سے محبت کرے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا سے بے رغبتی اختیار کر اللہ تجھ سے محبت کرے گا۔ اور اس چیز سے بے رغبتی اختیار کر جو لوگوں کے پاس ہے پھر لوگ تجھ سے محبت رکھیں گے۔“

دنیا عارضی ہے اس میں قیام عارضی اس کا مال و متاع عارضی۔ اس کی بے ثباتی کا اندازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ مسلم شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

”دنیاوی زندگی، اخروی زندگی کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے سمندر میں انگلی ڈبو کر نکال لو تو جو تری اس کے ساتھ لگ جائے“۔

اب انگلی کے ساتھ جو چند قطرے پانی لگ جاتا ہے۔ اس کی حیثیت سمندر کے سامنے کیا ہے؟ بس دنیا کی حقیقت اور حیثیت آخرت کے مقابلے میں اتنی سی ہی ہے۔ اور وہ انسان کتنا بدبخت ہے جو اتنی قلیل دنیا کے حصول کے لئے نہ

marfat.com

حلال وحرام کا خیال رکھتا ہے اور نہ ہی اسے اللہ کا خوف مانع ہوتا ہے۔ تصوف میں زہد کو اس لئے بلند مقام حاصل ہے کہ قرآن وسنت میں اسے اختیار کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

۴۔ فقر:

یہ سلوک کا چوتھا مقام ہے۔ قرآن وسنت میں اس کی تعلیم دی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ"

"اے لوگو! تم ہی اللہ کے محتاج ہو۔ اور اللہ تو بے نیاز اور قابل ستائش ہے"۔ (۹۳)

معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ"........ "فقر میرا فخر ہے"۔

اس فقر سے مراد غربت اور ناداری نہیں کہ مومن ہر کس و ناکس کے سامنے دست سوال دراز کرتا پھرے۔ اس فقر سے مراد صرف اللہ کے سامنے محتاج ہونا ہے دنیاوی امیدوں سے الگ ہو کر صرف اسی کا ہو رہنا فقر ہے۔ رجوع الی اللہ اور توکل علی اللہ۔ وہ ماسوا اللہ سے کلیۃً بے نیاز ہو جائے۔ مومن کے دل کے اندر جب زہد پیدا ہو کر اپنے اثرات ظاہر کرتا ہے تو مومن فقر کی حلاوت محسوس کرنے لگتا ہے۔ وہ اللہ کے دیئے پر قانع ہو جاتا ہے۔

فقیر دنیا کو منہ نہیں لگاتا کیونکہ لالچ طمع اور حرص جیسی بری خصلتیں مومن

marfat.com

کے قریب نہیں آتیں۔ مومن اللہ تعالیٰ کا فقیر ہوتا ہے۔ دنیا کی امیری یا غریبی اس کے فقر پر بے اثر ہو جاتی ہے۔ اس کی قناعت کے سامنے ہر قسم کی احتیاج ہیچ ہو جاتی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اصحاب صفہ ایسے لوگ تھے جن کے شب و روز حالت فقر میں عبادت و ریاضت اور مجاہدۂ نفس کرتے ہوئے گزرتے تھے۔ کھانے پینے کا کوئی خاص انتظام نہ تھا۔ بیت المال سے وظیفہ ملتا تھا جو ان کے لئے ناکافی تھا۔ انہیں اپنی زندگی میں دو کپڑے شاذ و نادر ہی نصیب ہوئے۔ ایسے لوگوں کے لئے قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

''(صدقات) ان فقراء کے لئے ہے جو اللہ کی راہ میں مقید ہو گئے۔ وہ لوگ زمین میں چلنے پھرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ ان کی عفت کی بنا پر جہلا انہیں مالدار خیال کرتے ہیں۔ آپ انہیں ان کی صورت سے پہچانتے ہیں۔ وہ لوگوں سے لپٹ کر بھیک مانگا نہیں کرتے''۔ (۹۴)

اصحاب صفہ کی تعداد مختلف اوقات میں مختلف رہی۔ ستر سے لے کر چار سو تک ایسے مہاجرین تھے جن کے پاس دنیاوی مال و دولت نہیں تھی۔ وہ بارگاہ رسالت میں حاضر رہتے تھے۔ اور جس کام کے لئے حکم ملتا اس کی تعمیل کرتے۔ محنت مزدوری کرتے جہاد کرتے مگر زیادہ وقت قرآن و سنت کی تعلیم حاصل کرنے میں گزارتے۔ ان کی رہائش کے لئے مسجد نبوی میں ایک چھپر بنوا دیا تھا۔ فقر و

marfat.com

تنگدستی کے باوجود عزت نفس اور خودداری کا یہ عالم تھا کہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا جانتے ہی نہ تھے صبر وشکر کے ساتھ وقت گزارتے۔ صاحب کشف المحجوب لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس ﷺ سے مروی ہے۔

"(ایک دن) اصحاب صفہ کے پاس رسول اللہ ﷺ نے قیام فرمایا۔ جب ان کے فقر، جہد اور طہارت قلب کو دیکھا تو فرمایا: اے اصحاب صفہ (ﷺ) تمہیں بشارت ہو میری امت میں سے جو لوگ ان صفات سے متصف ہوں گے جن سے تم متصف ہو اور ان پر برضا ورغبت قائم رہیں گے تو وہ جنت میں میرے رفیق ہوں گے"۔(۹۵)

تصوف میں فقر کا مقام بہت بلند ہے اور صوفیا اس صفت سے متصف ہوتے ہیں۔

۵۔صبر:

تصوف میں سلوک کا پانچواں مقام صبر ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں "صبر" کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ قرآن مجید میں صبر اور صبر کرنے والوں کے بارے میں کثیر تعداد میں آیات موجود ہیں اور معلم انسانیت ﷺ نے بھی اس کی خاص تعلیم دی۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ

marfat.com

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ"

"اے ایمان والو! صبر کرو۔ (ایک دوسرے کو) صبر کی تلقین کرو۔ اور مل جل کر ربط و ضبط سے کام لو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ" (۹۶)

مزید فرمایا:

"اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ"

"بے شک صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائے گا"۔ (۹۷)

ارشاد ہوتا ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ"

"بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"۔ (۹۸)

نبی رحمت ﷺ نے فرمایا۔

"اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ شَکُوْرًا وَّاجْعَلْنِیْ صَبُوْرًا"

"اے اللہ مجھے شکر گزار بنا دے اور صابر بنا دے"۔۔۔ (مشکوۃ شریف)

شعب ابی طالب میں رسول اللہ ﷺ کا صبر اور آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے خاندان کا صبر، اہل طائف کی بدسلوکی پر صبر، حضور ﷺ کی مکی زندگی سراپائے صبر تھی۔ اور صحابہ کرام نے کفار و مشرکین کے ظلم و ستم کو کمال صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ شہادت عثمان غنیؓ اور شہادت امام حسین ؑ، صبر کی لازوال مثالیں ہیں۔

marfat.com

فقر کے بعد جب اللہ سے محبت بڑھتی ہے تو آزمائش شروع ہو جاتی ہے ۔وہ اس لئے کہ زہد اور فقر کی وجہ سے دنیا کی محبت دل سے نکل جاتی ہے۔ دل دنیاوی آلائشوں سے پاک ہو جاتا ہے۔روحانی سرور حاصل ہوتا ہے۔سب بت ٹوٹ جاتے ہیں وہ محبت جو کئی جگہ تقسیم تھی اب اپنے اصلی مقام پر مرتکز ہو جاتی ہے۔اور بندے کی اپنے خالق کے ساتھ محبت بڑھ جاتی ہے۔اور جب محبت بڑھتی ہے تو آزمائش ضرور ہوتی ہے۔

''ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے خوف و ہراس میں مبتلا کر کے اور کبھی بھوک و تنگدستی کے ساتھ اور کبھی جان و مال کا نقصان کر کے اور کبھی فائدے کو گھاٹے میں تبدیل کر کے پس صابرین کو خوشخبری سنا دو کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو کہتے ہیں ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف پلٹ کر جائیں گے'' (۹۹)

یہ پیغام ہے قرآن کا صابرین کے نام! صوفیاء کرام صبر و شکر کے پیکر ہوتے ہیں سالک جب اس مقام پر پہنچتا ہے تو مصائب دنیا پر کمال صبر کا مظاہرہ کرتا ہے وہ نفسانی خواہشات کو کچل دیتا ہے اس کے دل میں حضرت بلال ؓ، حضرت عمار بن یاسر ؓ اور صہیب ؓ کا عشق تڑپ پیدا کرتا ہے۔اس کا صبر اس کے لئے تقویت کا باعث بنتا ہے اور وہ استقلال کی چٹان بن جاتا ہے۔یہی متقین کی راہ ہے اور یہی مقربین کا مقام ہے۔

۶۔توکل:

marfat.com

یہ سلوک کا چھٹا مقام ہے۔ قرآن وسنت میں اس کی تعلیم بڑے جامع انداز میں دی گئی ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ"

"اور توکل کر اس زندہ پر جسے کبھی موت نہیں آئے گی"۔۔۔۔(۱۰۰)

مزید فرمایا:

"وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ"

"اور مومنین کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے"۔۔۔۔(۱۰۱)

نصرت الٰہی اللہ پر بھروسہ کرنے والے مسلمان کے شامل حال ہوتی ہے۔ جب بندہ اپنے رب پر توکل کرتا ہے سخت مصائب اور تکالیف پر بھی استقلال کی چٹان بن جاتا ہے تو پھر اللہ ہی اس کے لئے کافی ہوتا ہے۔

فرمایا:

"وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ"

"اور جو اللہ پر بھروسہ کرے گا تو پھر وہی اس کے لئے کافی ہے"۔(۱۰۲)

حضور رسالت مآب ﷺ کی حیات طیبہ توکل علی اللہ سے عبارت تھی۔ مکی زندگی میں کفار و مشرکین کی عداوتوں، اذیتوں اور تکلیفوں میں حضور ﷺ نے صرف اللہ ہی پر توکل فرمایا۔ ایک ہزار جری کفار کے سامنے تین سو تیرہ نہتے صحابہ رضی اللہ عنہم کو کھڑا کر دینا توکل ہی تھا۔

marfat.com

حضور کے وصال کے بعد جب کہ حالات نہایت مخدوش تھے۔ منافقین، مشرک قبائل اور یہودی ہر طرف سے مدینے کی اسلامی حکومت کا تختہ الٹنے کی سازشیں کر رہے تھے۔ اس وقت خلیفہ اول حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کو مدینے سے روانہ کرنا توکل علی اللہ ہی تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر حال میں اللہ ہی پر توکل کرتے رہے۔ اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم کی بے شمار مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ صوفیاء نے ہمیشہ اللہ پر توکل کیا۔ ناسا عد حالات میں بھی توکل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا وہ اپنے اعمال میں کوشش اور جدوجہد سے کام لیتے ہیں۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھتے اور خلوص اس قدر ہوتا ہے کہ اسباب پر بھروسہ نہیں کرتے بلکہ خالق اسباب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ وہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اتنے آگے بڑھ گئے ہوتے ہیں کہ سنت کی روح کو سمجھ کر عمل کرتے ہیں توکل کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ پر بھروسہ کر کے انسان بیٹھ جائے کہ وہی رازق ہے وہ روزی دے گا بلکہ توکل کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ کسی کام کو پوری تدبیر اور کوشش سے انجام دیا جائے اور نتائج اللہ کے سپرد کر دیئے جائیں۔ ایک اعرابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔

"اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنے اونٹ کو باندھ کر توکل کروں یا سے کھلا چھوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پہلے تم اس کو باندھو پھر توکل کرو"۔ (۱۰۳)

marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"اِسْعَوْا فَاِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ عَلَیْکُمُ السَّعْیَ"

"کوشش کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تم پر کوشش کرنا فرض قرار دیا ہے"

توکل سے دلیری پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ متوکل انسان یہ سمجھتا ہے کہ نفع اور نقصان تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ توکل مومن کے دل میں استغناء پیدا کرتا ہے۔ لالچ طمع اور حرص و ہوا کو دور کرتا ہے۔ اس سے دل میں طمانیت پیدا ہوتی ہے۔ ان کی دعا تو یہ ہوتی ہے۔

"رَبَّنَا عَلَیْکَ تَوَکَّلْنَا وَاِلَیْکَ اَنَبْنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ"

"اے ہمارے رب ہم نے تجھ ہی پر بھروسہ کیا۔ اور تیری ہی طرف رجوع کرلیا اور تیری ہی طرف لوٹنے والے ہیں" (۱۰۴)

۷۔ ایثار:

ایثار سلوک کا ساتواں مقام ہے۔ اس کے بغیر مقام رضا کا حصول ناممکن ہے۔ یہ محسنین کا شعار ہے۔ اور رضائے الٰہی کے حصول کا پیش خیمہ ہے۔ قرآن و سنت میں اس کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور صحابہ کرامؓ آپس میں احسان و ایثار کا عملی نمونہ تھے۔ ان کی زندگیاں ان اعلیٰ خوبیوں سے عبارت تھیں۔ قرآن مجید نے ان کی اس خوبی کو بڑے پیارے انداز میں بیان کیا ہے۔

"وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ یُّوْقَ

marfat.com

شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ"

"اور وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ خواہ وہ خود شدید محتاج ہوں اور جو اپنے دل کی تنگی سے بچا لیا گیا۔ (یعنی جسے وسعت قلب عطا کی گئی) تو ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں" (۱۰۵)

ارشاد ہوتا ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُکُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ"

"بے شک اللہ عدل اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے" (۱۰۶)

حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ انصاف یہ ہے کہ تو لا الہ الا اللہ کہے اور احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ اور اگر یہ نہیں تو وہ تو تمہیں دیکھتا ہی ہے اور تو دوسروں کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

"اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ"

"وہ لوگ جو خوشی میں اور تکلیف میں بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اور غصہ کو پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے"۔ (۱۰۷)

نبی برحق ﷺ نے فرمایا "تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک ایمان والا

marfat.com

نہیں ہوسکتا جب تک اپنے مسلمان بھائی

کے لئے وہی کچھ نہ چاہے جو وہ اپنے لئے چاہتا ہے۔ (۱۰۸)

حضور ﷺ نے خیر خواہی، ایثار و احسان اور خدمت خلق کو ایمان کی بنیاد بنایا۔ آپ ﷺ کی ساری زندگی ان صفات حمیدہ سے عبارت ہے۔ واقعہ طائف ہی کو لیجئے۔ پتھر کھا کر دعائیں دیں فتح مکہ کے موقع پر جانی دشمنوں کو معاف کر دیا۔ ایک کافر نے رات حضور ﷺ کے پاس پناہ لی۔ اسے مہمان رکھا۔ اس نے سیر ہو کر دودھ پیا۔ وہ رات کو بستر خراب کر گیا۔ مولائے کائنات ﷺ خود بستر صاف کرتے ہیں۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کام کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا تو فرمایا۔ "بھئی مہمان تو میرا تھا"۔

کیا صوفیاء کا یہی طریقہ نہیں ہے؟ کیا اولیائے اللہ نے اخلاق حسنہ کا مظاہرہ نہیں کیا؟ کیا تصوف اسی بات کی تعلیم نہیں دیتا؟

ایثار کیا ہے؟ حضور ﷺ ایک بوڑھی عورت کا بوجھ اٹھائے جا رہے ہیں وہ بوڑھی عورت حضور ﷺ کو کہتی ہے بیٹا محمد ﷺ کے پاس مت جانا۔ جو بھی اس کے پاس جاتا ہے اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ دیتا ہے۔ تو تو بہت ہی نیک ہے بیٹا تم نے میرا بوجھ اٹھایا ہے میں تمہیں یہی نصیحت کرتی ہوں کہ اس کے پاس نہ جانا"۔

حضور ﷺ نے فرمایا: مائی! جس محمد ﷺ کا تو ذکر کر رہی ہے وہ میں ہی تو ہوں۔ وہ عورت حضور ﷺ کا یہ اخلاق دیکھ کر ایمان لے آئی۔

marfat.com

یہی اخلاق تھا جس اخلاق کے پیکر صوفیا کرام تھے اسی اخلاق کی بدولت لاکھوں کافروں کو نور ایمان سے منور کیا۔ تاریخ کے اوراق کھولیے۔ پتہ چلتا ہے کہ اگر یہ صوفیا کرام نہ ہوتے تو آج اسلام دنیا کے کونے کونے میں نظر نہ آتا۔ یہ سب فیضان اولیاء ہے کہ ہم کلمہ گو ہیں۔ یہی وہ جماعت ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی نقیب ہے۔ یہ ہر دور میں رہی، ہر دور میں ہے اور قیامت تک رہے گی اس پر قرآن گواہ ہے۔

اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے عمل کو دیکھا جائے جو حضور ﷺ کے زمانے کے صوفی تھے تو حیرت انگیز واقعات سامنے آتے ہیں۔ قرآن حکیم شاہد ہے۔ سورۃ حشر کی آیت ۹ اور سورۃ آل عمران کی آیت ۱۳۴ اسی بات کی نشاندہی کرتی ہیں۔

ایک جنگ کے موقع پر تین زخمیوں نے پانی مانگا۔ ایک کے پاس پانی کا پیالہ آیا تو دوسرے کی آواز آتی

ہے "پانی" اس نے کہا پہلے اسے پلاؤ۔ جب پانی پلانے والا اس کے پاس جاتا ہے اور وہ اس زخمی کے ہونٹوں سے پیالہ لگاتا ہے تو تیسرا زخمی بولتا ہے "پانی" دوسرے نے کہا پہلے اسے پلاؤ۔ جب وہ تیسرے کے پاس جاتا ہے تو وہ شہید ہو چکا ہوتا ہے پانی والا دوسرے کے پاس آتا ہے تو وہ بھی حق کو پیارا ہو چکا ہوتا ہے۔ جب وہ پہلے کے پاس آتا ہے تو اس کی روح بھی پرواز کر چکی ہوتی ہے۔

یہی ایثار ہے۔ یہی احسان ہے۔ یہی خیر خواہی ہے۔ یہی تصوف کی روح

marfat.com

ہے۔اس کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔اسی سے مقام رضا حاصل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔

"وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ"

"ایسے احسان کرنے والوں ہی سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے"

صحابہؓ نے ہجرت کی۔مکہ سے مدینہ آئے تو انصارؓ نے بے مثال ایثار کیا۔ یہاں تک کہ ایک صحابی کی دو بیویاں تھیں انہوں نے ایک کو طلاق کے بعد اپنے مہاجر بھائی کے نکاح میں دینے کی پیشکش کی۔جائیداد تقسیم کردی۔خود بھوکے رہ کر مہمانوں کو کھانا کھلایا۔بچوں کو دلاسا دے کر سلا دیا۔

۸۔رضا:

رضا سلوک کا آٹھواں اور آخری مقام ہے۔قرآن حکیم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کثرت سے اس کا ذکر ملتا ہے

"مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ"

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔اور جو (نفوس قدسیہ) ان کے ساتھ ہیں۔وہ کافروں پر سخت ہیں۔آپس میں رحم دل ہیں تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے،سجدہ کرتے اللہ کا فضل اور (اس کی) رضا چاہتے ہوئے۔سجدوں کے

marfat.com

اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں۔(۱۰۹)"

جب مومنین اللہ کی رضا اور خوشنودی کے طالب ہوتے ہیں۔اور ہر طرح سے اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی رضا رحمت بن کر نازل ہوتی ہے۔ اور خوشخبری سنائی جاتی ہے۔

"لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ"

"بے شک اللہ ایمان والوں سے راضی ہو گیا"(۱۱۰)

مزید فرمایا:

"رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ"

"اللہ ان پر راضی ہوا اور وہ اللہ پر راضی ہوئے۔یہی بہت بڑی کامیابی ہے"۔(۱۱۱)

مقام رضا کا حصول ولایت کی انتہا ہے۔کیونکہ اس پر کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ تسلیم و رضا کا مجموعہ تھی جس کی خوشخبری اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں دی۔

"وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی"

"اور البتہ عنقریب آپ ﷺ کا رب آپ ﷺ کو اتنا دے گا کہ آپ ﷺ راضی ہو جائیں گے"۔(۱۱۲)

marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کی کثرت کو جب حضرت عائشہؓ نے دیکھا تو عرض کیا۔

''یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم ہیں۔ تو پھر اتنی عبادت کس لیے؟ فرمایا'' اے عائشہؓ! کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟''

☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com

المراجع

(۸۷) (قرآن ۶۶: ۸)

(۸۸) منہاج العابدین، امام غزالی

(۸۹) (قرآن ۲۲: ۳۰)

(۹۰) آئینہ تصوف، ضیاء الحسن

(۹۱) آئینہ تصوف، ضیاء الحسن

(۹۲) (قرآن ۲۹: ۶۴)

(۹۳) (قرآن ۳۵: ۱۵)

(۹۴) (قرآن ۲: ۲۷۴)

(۹۵) کشف المحجوب

(۹۶) (۳: ۲۰۰)

(۹۷) (قرآن ۳۹: ۱۰)

(۹۸) (قرآن ۲: ۱۵۶)

(۹۹) (قرآن ۲: ۱۵۵، ۱۵۶)

(۱۰۰) (قرآن ۲۵: ۵۸)

marfat.com

(۱۰۱)	(قرآن۳:۱۲۲)
(۱۰۲)	(قرآن۶۵:۳)
(۱۰۳)	(مسندامام احمد)
(۱۰۴)	(قرآن۶۰:۴)
(۱۰۵)	(قرآن۵۹:۹)
(۱۰۶)	(قرآن۱۶:۹۰)
(۱۰۷)	(قرآن۳:۱۳۴)
(۱۰۸)	(صحیح بخاری، جلد دوم، نمبر۳۱۵)
(۱۰۹)	(۴۸:۲۹)
(۱۱۰)	(قرآن۴۸:۱۸)
(۱۱۱)	(قرآن۶:۱۹۹)
(۱۱۲)	(قرآن۹۳:۵)

☆☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com

باب پنجم

☆......مقاصدِ بیعت

☆......مرحلۂ اولیٰ

☆......مرحلۂ ثانیہ

☆......فوائدِ بیعت

marfat.com

مقاصدِ بیعت

مرحلہ اولیٰ:

ا۔ تزکیہ نفس:

تزکیہ نفس جو تصوف کی زندگی کا پہلا قدم ہے انسانی زندگی کو اپنے من کی تمام آلائشوں اور کدورتوں سے پاک کر دینے کا نام ہے گویا تصوف کا نقطہ آغاز تقاضا کرتا ہے کہ انسان کذب و دروغ گوئی سے پاک ہو جائے۔ ریاکاری و منافقت جیسے رذائل دور ہو جائیں کبر و نخوت اور غرور و تکبر کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے حسد و کینہ اور بغض و عناد کا خاتمہ ہو جائے۔ دنیا کی محبت اور لالچ سے انسانی قلب پاک ہو جائے اور ان رذائل کی جگہ عجز و انکسار، خشوع و خضوع، تذھل و تواضع، نفع بخشی اور فیض رسائی، فہم و ذکاء، جود و سخا اور محبت الٰہی جیسے فضائل انسان کے قلب و باطن کو منور کر دیں اور انسان کا نفس ہر قسم کے رذائل کا انکار کر دے اور ان سے بیگانگی محسوس کرے جب انسان کا قلب و باطن پاک ہو جاتا ہے تو اس کا زاویہ نظر بدل جاتا ہے۔ (۱۱۳)

نبی اکرم ﷺ نے تزکیہ نفس کی خود وضاحت فرمائی کیونکہ فرائض نبوت میں تلاوت آیات، تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت کے ساتھ ساتھ عمل تزکیہ بھی آپ ﷺ کے فرائض میں سے ہے۔ قرآن حکیم نے نفس کے باب میں تنبیہاً و اطلاعاً یہ وضاحت کی کہ:

marfat.com

قد افلح من زکّٰھا ٥ وقد خاب من دسّٰھا

یقیناً فلاح پا گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا اور یقیناً نامراد ہوا جس نے اس کو خاک میں دبا دیا۔ (۱۱۴)

دوسرے مقام پر ارشاد ربانی یوں ہے کہ:

قد افلح من تزکی ٥ و ذکر اسم ربہ فصلی ٥

بے شک اس نے فلاح پائی جس نے اپنے آپ کو پاک کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہا اور پھر نماز پڑھتا رہا۔ (۱۱۵)

قرآن مجید خود اصلاح نفس پر زور دیتا ہے۔

ونھی النفس عن الھوٰی فان الجنۃ ھی الماوی

اور جس نے اپنے نفس کو خواہشات کی تکمیل سے روکا پس جنت اس کا ٹھکانہ ہے۔ (۱۱۶)

اسلام کا نقطہ نظر یہ ہے کہ مناسب طریق پر، تقویت وملکوتیت کا انتظام کیا جائے تا کہ نفس انسانی خود اخلاقی حکم کی خلاف ورزی کی بجائے اخلاقی حکم کی بجا آوری پر آمادہ ہو یعنی وہ تسلیم ورضا کے زیور سے مزین وآراستہ ہو جائے۔

علماء نے نفس کو تین اقسام میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ نفس امّارہ   ۲۔ نفس لوامہ   ۳۔ نفس مطمئنہ

<u>نفس امارہ:</u>

marfat.com

نفس امارہ انسان کو برائیوں پر آمادہ کرتا ہے یہ بات قرآن پاک میں اس طرح بیان ہوئی ہے۔

اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ

بے شک نفس برائی کا حکم دینے والا ہے۔(۱۱۷)

نفس لوامہ:

نفس لوامہ انسان کو برائی پر ملامت کرتا ہے اور نیکی کرنے پر اکساتا ہے نفس لوامہ کا ذکر قرآن پاک میں اس طرح کیا گیا ہے۔

وَلَاۤ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَةِ

اور قسم کھاتا ہوں نفس کی جو ملامت کرے برائی پر(۱۱۸)

نفس مطمئنہ:

نفس مطمئنہ نیکی کرنے پر انسان کے دل کو مطمئن کرتا ہے نفس مطمئنہ انسان کو قلب سلیم عطا کرتا ہے۔

تصوف نفس کی اصلاح و تطہیر کا اہتمام کرتا ہے اور جب نفس انسانی اصلاح پذیر ہو کر مزکیٰ ہو جاتا ہے تو نفس لوامہ نفس مطمئنہ نفس راضیہ و مرضیہ کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے اس مقام پر بارگاہ الٰہی سے ندا آتی ہے۔

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ارۡجِعِىۡۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرۡضِيَّةً ۝

اے نفس مطمئنہ تو اپنے رب کی طرف لوٹ جا اس حال میں کہ تو اس سے

marfat.com

راضی ہو اور وہ تجھ سے خوش۔(۱۱۹)

تزکیہ نفس، چہارگانہ فرائض نبوت میں شامل ہے۔

يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ○

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت فرماتے ہیں ان پر اس کی (اللہ تعالیٰ کی) آیتیں اور ان کے نفوس کا تزکیہ کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔(۱۲۰)

تزکیہ نفس کا مقصود یہ ہے کہ انسان دوسروں کو خود سے بہتر تصور کرے اگر کوئی چھوٹا ہو تو اسے اس لئے خود سے بہتر سمجھے کہ اس کی عمر کم ہے لہذا اس نے مجھ سے کم گناہ کئے ہیں اگر کوئی بڑا ہے تو اسے اس لئے بہتر سمجھے کہ یقیناً زیادتی عمر کے باعث اس کی نیکیاں مجھ سے زیادہ ہیں گویا دوسروں کو اپنے سے بہتر جاننا اور اپنی ذات کے اندر موجود ہر قسم کے کبر وغرور اور خود پرستی کی نفی کر دینا تزکیہ نفس کا پہلا قدم ہے۔

جو انسان ہر وقت حصار ذات میں مقید رہتا ہے اسے غرور ونخوت اور احساس کبر غفلت میں مبتلا رکھتا ہے۔ تزکیہ نفس تقاضا کرتا ہے کہ اگر تجھے تصوف اور حقیقت کی راہ پر چلنا ہے تو اپنی ذات کے حصار کو توڑ کر خود پرستی کے بت کو پاش پاش کر کے تجھے اپنے غرور وکبر سے نجات حاصل کرنا ہوگی۔

جو لوگ شریعت وطریقت کی راہ پر چلتے ہیں وہ اپنی راتیں عبادت و ریاضت میں گزارنے کے باوجود اس قدر منکر ہوتے ہیں کہ شاید ہماری عبادت

marfat.com

میں کوتاہی کے باعث یہ گناہ بن گئی ہو وہ بارگاہ ربوبیت میں عرض پرداز ہوتے ہیں کہ اے مولا! جس ڈھب سے تیری عبادت کرنا تھی اس ڈھب سے تو ہم آگاہ نہ تھے شاید تجھے ہماری ریاضت کا یہ انداز پسند بھی آیا ہے یا نہیں! یہی وجہ ہے کہ وہ عبادت کر کے بھی خود کو گنہگار تصور کرتے ہیں اور ادھر بدنصیبی وخودفریبی کا یہ عالم ہے کہ محبت کی حلاوتوں سے بے بہرہ ہونے کے باوجود، اللہ سے جذباتی ربط کے فقدان کے باوجود خود کو اعلیٰ اور روح دین کے شناور گردانئے کا جنوں سوار ہے یہی ہوا وہوس، غفلت وکوتاہی، خودفریبی وخودپرستی اور غرور و کبریائی کے بت ہیں جو اولاً خواہشات ہوتی ہیں ثانیاً ضروریات بن جاتی ہیں اور پھر ان کے واقع ہونے کا زعم ہو جاتا ہے انسان ہوا وہوس کے بت اپنے اندر پالتا ہے اور ان کی پرورش کر کے انہیں اپنا معبود بنالیتا ہے اور پھر شعوری ولاشعوری دونوں سطحوں پر اس کی جبینِ نیاز نئے نفس کے ان بتوں کے آگے جھکنے لگ جاتی ہے۔

اس نفسانی کیفیت کی طرف قرآن حکیم نے ارشاد فرمایا

اَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰاهُ○

کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہشات کو اپنا معبود بنا لیا۔ (۱۲۱)

جو زبان سے تو یہ کہتا ہے کہ میں اللہ کو اپنا رب مانتا ہوں لیکن درحقیقت وہ اللہ کو نہیں مانتا بلکہ اپنے ہوائے نفس کو عملاً اس نے خدا کے برابر لا کھڑا کیا ہے، ہم میں

marfat.com

سے ہر شخص اپنے من کی دنیا میں جھانک کر دیکھے خدا کی ذات اسے بصیرت بخش دے، اسے اپنے احوال کی خبر ہو جائے، تو یہ دلخراش حقیقت سامنے آ جائے گی کہ ہم میں سے کوئی خود کو خدا کے برابر اور کوئی خدا سے بھی بڑھ کر تصور کرتا ہے۔

تصوف کی تعلیم تو یہ ہے کہ خدا سے بڑائی یا برابری کا تصور تو در کنار خدا کے کسی بندے کو بھی اپنے سے کمتر نہ سمجھو۔

تزکیہ نفس اس وقت عمل میں آتا ہے جب نفس انسانی ہر قسم کی بالاتری کے تصور سے پاک ہو جائے اور ہوائے نفس کے جتنے بت پال رکھے ہیں ان کو پاش پاش کر دے۔ ہوائے نفس کے بتوں کے آگے جھکنے سے انکاری ہو جائے اور اپنی جبین نیاز، صوری و معنوی ہر اعتبار سے صرف رب کائنات کے سامنے خم کرے۔ (۱۲۲)

اگر نفس انسانی یہ کیفیت حاصل کرے تو تصوف کا پہلا مقصد حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ تزکیہ نفس نام ہے اس کیفیت کا جو بندے کو صحیح معنوں میں اللہ کا بندہ بنا دیتی ہے اور پھر انسان کی جبیں کسی غیر کی دہلیز پہ جھکنے کی بجائے صرف خالق حقیقی کی دہلیز پر جھکنے کا درس دیتی ہے اور وہ ذات الٰہی سے محبت کر کے اس نقطہ کمال کو پالیتا ہے جس کی طرف قرآن حکیم نے اشارہ کیا ہے کہ

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝

marfat.com

میں نے اپنا منہ اسی ذات کی طرف یکسو ہو کر کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ (۱۲۳)

تعلیم تصوف کے اس پہلے مقصد کی تصدیق و توثیق قرآن حکیم ان الفاظ میں کرتا ہے کہ:

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ○ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ○ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ○ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ○

اور نفس کی (یعنی انسانی جان کی) قسم اور اس کی (قدرت و حکمت کی) جس نے اس کو درست بنایا پھر اس کو اپنی بدکاری (سے بچنے) اور پرہیز گاری (اختیار کرنے) کی سمجھ عطا کی یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا اور نامراد ہوا جس نے اس (روح) کو خاک میں ملا دیا۔ (۱۲۴)

گویا تصوف کا تو پہلا ہی قدم انسان کو تعطل، جمود، غفلت اور تاریکی کی اتھاہ گہرائیوں سے اٹھا کر اس کے قلب و باطن کو روشنی و حرارت عطا کر کے اسے وہ حرکت، وہ انقلاب، وہ تازگی، وہ جوش و عمل اور قوتِ کردار عطا کرتا ہے کہ پھر تصوف کی راہ کا سالک، محبت الٰہی سے سرشار ہو کر اپنے فکر و عمل کی ضیاء باریوں سے دنیا کو روشن کر دیتا ہے۔

صفائے قلب:

صفائے قلب سے مراد یہ ہے کہ قلب کو تمام غیر شرعی خواہشات اور اخلاق

marfat.com

ذمیمہ سے پاک رکھے یعنی دل کو رذائل سے صاف اور دور رکھنا ہے۔ اعمال قبیحہ کے ارتکاب سے قلب انسانی پر سیاہی اور ظلمت غالب آجاتی ہے اور اس طرح باطن تاریک ہو جاتا ہے۔ چونکہ تصوف کی بنیادی تعلیم باطن ہی کی اصلاح ہے اس لئے اسلام اور تصوف کا نقطہ نظریہ ہے کہ تصفیہ باطن کا اہتمام کیا جائے تا کہ قلب انسانی معرفتِ الٰہی کے نور کا منبع اور سر چشمہ بن سکے قرآن پاک میں ارشادِ ربانی ہے۔

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کی کمائیوں نے زنگ چڑھا دیا ہے۔ (۱۲۵)

اس زنگ اور سیاہی کا سبب انسان کے وہ افعال ہوتے ہیں جو اس کی فطرت سے متصادم و مخالف ہوتے ہیں چونکہ اسلام دین فطرت ہے لہذا اسلام سے بھی متصادم ہوتے ہیں اولاً انسان کی شخصیت اندر سے ٹوٹ پھوٹ جاتی ہے گناہ کا اثر اس کے قلب و باطن کو بے قرار و مضطرب کر دیتا ہے لیکن جب ان افعال میں اصرار پیدا ہوتا ہے تو زنگ دل پر اس قدر چھا جاتا ہے کہ ضمیر مردہ ہو جاتا ہے کوئی بھی بری بات بری نہیں لگتی نتیجتاً دل طہارت کے نور سے خالی اور محبت الٰہی کی روشنی سے محروم ہو جاتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان افعال کے اثرات کو نہایت خوبصورت انداز میں بیان فرمایا:۔

marfat.com

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اَخْطَأَ خَطِیْئَةً نَکَتَتْ فِیْ قَلْبِهٖ سَوْدَآءُ فَاِذَا هُوَ نَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ وَ تَابَ صَقَلَ قَلْبُهٗ وَاِنْ عَادَ زِیْدَ فِیْهَا حَتّٰی تَعْلُوَ قَلْبُهٗ وَهُوَ الرَّانُ الَّذِیْ ذَکَرَ اللّٰهُ کَلَّا بَلْ رَّانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ۝

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک بندہ جب غلطی کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے دل میں سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے پس اگر وہ اس سے باز آجائے اور توبہ واستغفار کرے تو اس کے دل کو صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ اس غلطی کا دوبارہ ارتکاب کرے تو اس سیاہی میں اضافہ کر دیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ سیاہی اس کے پورے دل پر چھا جاتی ہے اور یہی وہ الران ہے جس کو قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے ذکر فرمایا ہے خبردار بلکہ یہ ان کے اعمال ہیں جو ان کے دلوں پر غالب آگئے۔(۱۲۶)

گویا تصوف کا ایک مقصد، دل کو اس کی حقیقی کیفیت میں لے آنا ہے اگر دل زنگ آلود رہا تو ''فاجر'' ہے اور اگر پاک ہو گیا تو متقی ہے اور پھر ہدایت قرآنی بھی اس دل پر اثر انداز ہوتی ہے۔ جو اثر پذیر ہے۔ جس طرح صاف تازہ اور شیریں دودھ کو کوئی بھی صاحب دانش غلیظ، زنگ آلود اور بدبودار برتن میں نہیں ڈالتا اس طرح اللہ سبحانہ جو حکمت و دانش کا منبع و سرچشمہ ہیں کیسے ہو سکتا ہے کہ ہدایت قرآنی کے نور کو زنگ آلود دلوں میں ڈال دیں کیونکہ غلیظ برتن تو خوشبودار دودھ کو بھی متعفن

marfat.com

کر دے گا جس طرح بارش گندی زمین پر ہوتی ہے تو بجائے سبزہ کے بدبو اور تعفن اٹھتا ہے۔

بارش ایک ہی ہے جو آسمان سے نازل ہوتی ہے بارش کے قطروں میں کوئی امتیاز نہیں لیکن اثر مختلف ہوتا ہے اگر زمین پاک صاف کر دی گئی ہو اس میں صحت مند بیج بو دیا جائے۔ اور پھر مسلسل رکھوالی کی جائے۔ تو بارش اس زمین سے سبزہ اگاتی ہے اور اسے تروتازگی ملتی ہے لیکن اگر زمین کو صاف کر کے گندگی کو ختم نہ کیا گیا ہو تو جب بارش کے قطرے گرتے ہیں وہاں سے تعفن پھوٹتا ہے بیماری جنم لیتی ہے اور زمین قابل نفرت ہو جاتی ہے اگر دل کبر و نخوت، حرص و لالچ، خود پرستی، حب جاہ و منصب اور جذبہ بغض و عداوت سے متصف رہے تو وہاں قرآنی تعلیمات کی بارش سے بھی تعفن پیدا ہو جاتا ہے اس حقیقت کو ایک تمثیل کے ذریعے قرآن حکیم نے خوب بیان فرمایا ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْ اٰتَيْنَاهُ اٰيَاتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِيْنَ ٥ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذَالِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيَاتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ٥

اے محبوب ان کے سامنے اس کا حال بیان فرمایئے جسے ہم نے اپنی

marfat.com

آیات کا علم عطا کیا تھا مگر وہ ان سے (اپنے قلبی زنگ کے باعث) بھاگ نکلا آخر کار شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور وہ بھٹکنے والوں میں سے ہو کر رہا اگر ہم چاہتے تو ان آیات کے ذریعے اسے عظمتیں عطا کرتے لیکن (اس کے ضمیر نے اسے جھنجوڑا) وہ تو زمین (پستی) سے چمٹا چلا گیا اس کی مثال کتے جیسی ہے اب تم اس پر حملہ کرو تب بھی (اس کی ہوا و ہوس) کی زبان لٹکی رہے گی اور اگر چھوڑ دو تب بھی زبان لٹکائے رکھے گا۔ یہی مثال ہے ان لوگوں کی جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں آپ ان سے یہ قصے بیان فرماتے جائیں۔ شاید کبھی یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں۔ (۱۲۷)

اگر دل کی دنیا ویران ہو تو آیات کا علم بھی انسان کو کچھ فائدہ نہیں دے پاتا اس کی ہوا و ہوس اسے دنیا کے حقیر فائدوں کی خاطر آیتیں بیچنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ قرآن کا جو علم اس کو عظمتیں اور رفعتیں، بخش سکتا ہے۔ وہ اس کے لئے ذلت و رسوائی کا سبب بن جاتا ہے اور وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ اس کا دل ہوا و ہوس کی سیاہی سے اور کبر و نخوت کے زنگ سے آلودہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر انسان کا تزکیہ نفس ہو چکا ہے تصوف کا پہلا قدم اٹھا لیا گیا ہو۔ دل میں تصوف کا بیج بو دیا گیا ہو۔ دل متقی ہو چکا ہو تو قرآن اسے ہدایت و استقامت عطا کرتا ہے کیونکہ قرآن ھدی للمتقین ہے۔

بدنصیب قرآن سے گمراہ ہو جاتے ہیں اور خوشبخت ہدایت پا جاتے ہیں اور

marfat.com

یہ فیصلہ قرآن ہی کا ہے کہ

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا (۱۲۸)

قرآن اور قرآنی تمثیلات ایک ہی ہیں لیکن کچھ بدنصیبوں کے حصے میں صرف گمراہی آتی ہے ان کے استدلال کی بنیاد بھی قرآن ہی ہوتا ہے لیکن دلوں کی کجی ہر بات کج کر دیتی ہے۔ ان کا اپنا استدلال انہیں گمراہی کی طرف لے جاتا ہے لیکن اگر دل تقوی کے نور سے مستفیض ہو چکا ہو تو قرآن کا یہی استدلال آدمی کو ہدایت کی طرف لے جاتا ہے جب دل ہر قسم کی آلودگی سے مجلی و مصفی ہو جائے اسی وقت وہ قرآن کی نظر میں قلب کا درجہ پاتا ہے۔

اس کے بارے میں قرآن ہی کا فیصلہ ہے کہ

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ سَلِيْمٌ ۝

بے شک اس (بیان) میں درس عبرت ہے اس کے لئے جس کے پاس قلب سلیم ہو۔ (۱۲۹)

اگر دل محض گوشت کے ٹکڑے کا نام ہے تو وہ ہر ایک کے پہلو میں دھڑکتا ہے لیکن قرآن اس گوشت کے ٹکڑے کو دل نہیں مانتا وہ تو اس قلب سلیم کا مطالبہ کرتا ہے جو حالت موت سے نکل کر زندگی اور تازگی پا چکا ہو اور اللہ صرف ہماری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ دلوں کی حالت اور کیفیت پر نظر رکھتا ہے۔

صفائے قلب قرآن و سنت کی بنیادی تعلیم ہے اور تصوف کا دوسرا مقصد

marfat.com

اس تعلیم کا امتثال کئے بغیر ممکن نہیں کہ پورا ہو جائے۔ قرآن کے تقاضے تعطل اور جمود کیسے ہو سکتے ہیں رہبانیت اور ترک دنیا کیسے ہو سکتا ہے؟ جب قرآن مقاصد تصوف کی تعلیم دیتے ہوئے قلب سلیم کا تقاضا کرتا ہے۔

يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُونَ ۝ إِلَّا مَنْ أَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝

جس دن انسان کے نہ مال کام آئے گا نہ اولاد مگر جو اللہ کے پاس پاک دل لے کر آئے گا۔ (۱۳۰)

صرف قلب سلیم ہے جو قیامت کے دن کام آنے والا ہے کیونکہ قلب سلیم کو کوئی رنج اور خوف نہ ہو گا۔ قلب سلیم کو مقام سلامتی اسی وقت ملتا ہے جب وہ تمام رذائل سے مجلی و مصفی ہو کر سلامتی میں آجاتا ہے۔ قلب سلیم قرآن کا تقاضا ہے اور راہ تصوف کی دوسری منزل اس حقیقت کے ثابت ہو جانے کے بعد فلسفہ تصوف کو روح دین سے الگ قرار دینا صرف فہم سقیم آفت ہی ہو سکتی ہے۔ کوئی سلیم العقل اور سلیم القلب انسان تصوف کو اسلام سے الگ قرار دینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

قلب کے مرکز و آماجگاہ ہونے کے باب میں سورۃ النور میں ایک بڑی جامع آیت ہے جو معانی کا خزینہ ہے۔

اَللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُورِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ، اَلْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ

marfat.com

تَمۡسَسۡهُ نَارٌ نُورٌ عَلٰى نُورٍ يَهۡدِى اللّٰهُ لِنُورِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ وَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ۝

اللہ ہی آسمان وزمین کا نور ہے اس کا نور ایک ایسے طاق جیسا ہے جس میں ایک چراغ ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا صاف شفاف موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے اور چراغ شجر مبارکہ زیتون (کے تیل) سے روشن رہتا ہے جو شجر (زیتون) نہ مشرق کے رخ واقع ہے اور نہ مغرب کے رخ اس کا تین (اس قدر لطیف وصاف ہے کہ معلوم ہوتا ہے) کہ اگر آگ اسے نہ بھی چھوئے تو بھی (خود بخود) بھڑک اُٹھے گا پھر ان منور فضاؤں میں عجب (نور پر نور) کا عالم ہے اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی راہ دکھاتا ہے اور اللہ لوگوں کو سمجھانے کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے اور اللہ کو ہر چیز کا (پورا پورا) علم ہے۔(۱۳۱)

یہاں اللہ نے اپنے نور کی مثال مومن کے قلب سے دی ہے اگر تمثیل پر غور کیا جائے تو حقیقت سمجھ میں آجاتی ہے اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس کے نور کی مثال قندیل کی سی ہے اگر انسان اس تمثیل کے حوالے سے اپنی ساخت پر غور کرے تو اس تشبیہ کی وجہ شبہ واضح ہو جاتی ہے کہ انسانی سینہ چاروں طرف سے پسلیوں کے اندر گھرا ہوا ہے اوپر کی پسلیاں چھوٹی ہوتی ہیں جبکہ جوں جوں نیچے جاتے ہیں پسلیاں بڑی ہوتی چلی جاتی ہیں یہ سارا نقشہ قندیل کا ہے دل اس سینے کے اندر محض گوشت کا ٹکڑا نہیں بلکہ وہ اس قندیل کے اندر چمکتا ہوا چراغ ہے۔

marfat.com

المصباح فی زجاجۃ' سینہ مشکوۃ ہے اور اس میں روشن چراغ مومن کا دل ہے دل کے اوپر جھلیاں اور غلاف ہوتے ہیں یہ ایسے دبیز اور موٹے پردے نہیں کہ دل کا نوران کے اندر دب کر رہ جائے۔

ان پردوں کی حیثیت شفاف شیشوں کی سی ہے جب دل کا چراغ جلتا ہے تو بشریت اور جسمیت کے دبیز پردوں کے باوجود یہ جھلیاں شیشے کا کام کرتی ہیں چراغ کی کرنیں ان کی چمک دمک کے واسطے سے زیادہ فیض رساں اور روشن تر ہو کر نکلتی ہیں۔ قلب مومن ہی وہ مقدس مقام ہے جہاں ذات باری اپنے انوار و تجلیات کا فیضان فرماتی ہے۔

اللہ سبحانہ کے انوار کا جلوہ اسی وقت دل میں ارتکاز کرتا ہے جب دل ہر قسم کے زنگ اور آلودگی سے مصفیٰ ہو جائے اور جلائے قلب وہ اعزاز ہے جس کا انعام جلوہ الٰہی کے انوار کا دل میں نور افشاں ہو جاتا ہے یہ تصوف کا دوسرا مرحلہ ہے دل کی اہمیت آیات واحادیث میں مختلف زاویوں سے واضح کی گئی ہے۔

اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ ٥

بے شک جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے اگر صحیح ہو جائے تو سارا جسم صحیح ہو جاتا اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا وجود خراب ہو جاتا ہے، آگاہ رہو کہ وہ دل ہے۔ (۱۳۳)

marfat.com

گویا دل کی کیفیات انسان کے فکر و عمل اور کردار کی بنیاد ہے اگر یہ مختلف رذائل ، اخلاق اور شرف انسانی کے منافی صفات سے آلودہ رہا تو یہ بگاڑ پوری شخصیت میں نمایاں ہو جائے گا۔ الغرض دل وہ بنیاد ہے جس کی کجی پوری زندگی کو ٹیڑھا کر کے رکھ دیتی ہے۔

یہی سبب ہے کہ ہادی دو عالم ﷺ نے فرمایا:۔

كَفٰى بِالرَّجُلِ شَرًّا اَنْ يُّرِى النَّاسَ اِنَّهٗ يَخْشَى اللّٰهَ تَعَالٰى وَقَلْبُهٗ فَاجِرٌ

کسی آدمی کے لئے اتنی برائی ہی کافی ہے کہ وہ لوگوں پر یہ ظاہر کرے کہ وہ اللہ سے ڈرتا ہے اور اس کا دل فاجر (نافرمانی کرنے والا) ہو۔ (۱۴۳)

تصوف کا مقصد یہ ہے کہ انسان کا ظاہر و باطن یکساں ہو جائے اور تجلیاتِ قلب سے پھوٹنے والے انوار اس کی شخصیت کو منور کر دیں۔

تصفیہ قلب کے حصول کے لئے تعلیم نبوی میں عملی ذرائع بھی بیان کئے گئے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

لِكُلِّ شَیْءٍ صِقَالَةٌ وَّصِقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ

ہر ایک چیز کے لئے صیقل ہوتی ہے اور دلوں کا صیقل (پالش) اللہ رب العزت کا ذکر ہے۔ (۱۴۴)

جب دل صیقل ہو جاتا ہے تو امراض سے پاک ہو جاتا ہے جس طرح

marfat.com

لوہے سے زنگ دور کرنے کے لئے اسے رگڑا جاتا ہے تا آنکہ وہ مصفی ہو کر چمکنے لگتا ہے اسی طرح ذکر الٰہی، تزکیہ وتصفیۂ قلب کا سبب ہے۔ قرآن حکیم متعدد مقامات پر صفائے قلب کی تعلیم دیتا ہے اور یہی امر راہ تصوف کا دوسرا مرحلہ ہے۔

اطاعت حق:

راہ تصوف کا تیسرا ارتقائی مرحلہ اطاعت حق کا تحقق ہے جس کے بارے میں اصولی حکم قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر وارد ہے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ

اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ رب العزت کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی۔ (۱۳۵)

گویا اطاعت الٰہی ایمان کا تقاضا ہے۔ ایمان عقیدہ ہے تو اطاعت اس کے تقاضے پورے کرنے کی تصدیق وتوثیق۔ اطاعت حق کے متحقق ہونے کے لئے اصول، اطاعتِ رسول ﷺ ہے اور یہ بات طے کر دی گئی ہے کہ

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۝

جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی (۱۳۶)

اور رسول ﷺ کی یہ اطاعت عین اطاعت الٰہی اس لئے ہے کہ یہ اللہ ہی کے حکم سے ہوتی ہے۔

marfat.com

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ○

اور ہم نے تو ہر رسول کو اس لئے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔ (۱۳۷)

اطاعت الٰہی ایمان کا بنیادی تقاضا ہے اور تصوف کا مقصود اس اطاعت کو درجہ کمال تک پہنچاتا ہے اور جب یہ درجہ کمال کو پہنچ جائے تو تصوف کا تیسرا مقصد تکمیل آشنا ہوتا ہے۔ اطاعت حق کے کمال تک پہنچنے کی کیفیت یہ ہے کہ زندگی، احکام الٰہی کی اس قدر پابند ہو جائے کہ اللہ کے حکم کی نافرمانی کا تصور بھی کبھی حاشیہ خیال میں نہ آسکے۔

جذبہ اطاعت رگ وریشہ میں یوں سما جائے کہ اضطراری یا اختیاری کسی بھی حالت میں اس کا قدم جادہ اطاعت سے پھسلنے نہ پائے عام آدمی سعی وکاوش سے خود کو احکام الٰہی کا پابند بناتا ہے۔ جبکہ جادہ تصوف وطریقت کے راہبروں میں یہ اطاعت یوں رچ بس جاتی ہے کہ وہ کوشش کر کے اطاعت کے دائرے سے باہر کسی قول یا فعل کے مرتکب نہیں ہو سکتے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے انہیں وہ نسبت وتعلق میسر آتا ہے کہ ان کا کوئی قدم بالا رادہ بھی جادہ اطاعت سے نہیں ہٹ سکتا جب کسی معاملے میں ابہام کی کیفیت ہوتی ہے اور اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کی منشا کا علم نہیں ہوتا اہل تصوف اس کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے گویا اطاعت حق زندگی پر اس طرح غالب اور حاوی ہو جاتی ہے کہ اس کے خلاف قدم اٹھانا ناممکن ہو جاتا

marfat.com

ہے اہل تصوف کی اطاعت کی یہی کیفیت راسخ ہوتی ہے۔

حضرت بایزید بسطامی کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک شخص دور سے آپ کی خدمت میں بیعت کرنے کے لئے آیا ایک دو ماہ آپ کے پاس رہنے کے بعد بیعت کیئے بغیر واپس جانے کے لئے تیار ہوا تو آپ نے دریافت کیا کہ کس غرض سے آئے تھے؟ واپس کیوں جا رہے ہو؟ اس نے عرض کیا کہ بیعت کی غرض سے آیا تھا اب واپس جا رہا ہوں۔ کیونکہ میں نے اتنی مدت آپ کے پاس رہنے کے باوجود آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ حضرت بایزید نے دریافت فرمایا کیا تم نے اتنی مدت میں میری زندگی کا ایک لمحہ بھی خدا اور رسول ﷺ کی نافرمانی میں گزرتے دیکھا اس نے جواباً عرض کیا "نہیں" آپ نے فرمایا ہمارے پاس اس سے بڑھ کر اور کوئی کرامت نہیں۔ (۱۳۸)

یہی وجہ ہے کہ صوفیاء کے ہاں یہ قول مشہور ہے کہ

اَلْاِسْتِقَامَةُ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ كَرَامَةٍ

استقامت ہزار کرامتوں سے بڑھ کر ہے۔

دین میں استقامت کرامت سے بڑھ کر ہے اہل دل ہمیشہ اطاعت میں استقامت کے طلبگار ہوتے ہیں اور اگر ان سے کرامت صادر ہو جائے تو اسے اپنا کمال تصور نہیں کرتے بلکہ اللہ کا احسان مانتے ہیں اس سلسلہ میں تخت بلقیس کا واقعہ شاہد ہے۔

marfat.com

قَالَ یٰٓاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ
مُسْلِمِیْنَ ○ قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ
مَّقَامِكَ وَاِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ ○ قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا
اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ
هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ لِیَبْلُوَنِیْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ
لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ ○

فرمایا اے سردارو! تم میں سے کون ہے جو اس کا تخت میرے سامنے لے آئے قبل اس کے وہ فرمانبردار ہو کر میرے سامنے حاضر ہو، جنوں میں سے ایک طاقتور (تیز طرار) جن نے کہا میں اسے حاضر کئے دیتا ہوں قبل اس کے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں اور میں اس (کام) کے لئے طاقتور اور امانت دار ہوں (حضرت سلیمانؑ کے درباریوں میں سے) ایک شخص نے جس کے پاس علم کتاب تھا اس نے کہا۔ میں آپ کی آنکھ جھپکنے سے قبل ہی اسے حاضر کر سکتا ہوں۔ پھر جب (سلیمان) نے اس (تخت) کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو فرمایا کہ یہ میرے رب کا فضل ہے تا کہ وہ مجھے آزمائے کہ میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں اور جو شکر ادا کرتا ہے تو اپنے ہی لئے کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو (خود اپنا ہی نقصان کرتا ہے) میرا پروردگار بے نیاز کرم فرمانے والا ہے۔ (۱۳۹)

حضرت سلیمان اپنے مرید کے اس کمال کو اپنی ذات یا اس کی طرف

marfat.com

منسوب کرنے کی بجائے فرماتے ہیں، یہ میرے رب کا فضل ہے۔

اس آیت کریمہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خرق عادت واقعات، اولیاء اللہ کے لئے اللہ کے فضل سے چنداں مشکل نہیں۔

ثانیاً: یہ آزمائش ہے کہ وہ استقامت کو ترجیح دیتے ہیں کہ کرامت کو

ثالثاً: وہ اس کا شکر واجب خیال کرتے ہیں اور شکر یہی ہے کہ اس کے کمال کو ذات باری تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جائے۔

رابعاً: جو کمال کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں جیسے جن نے کہا کہ میں اس تخت کو آپ کے یہاں سے اٹھنے سے قبل لاسکتا ہوں اور پھر اس نے اس پر اِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ ۝ (۱۴۰) (بے شک میں اس کام کے لئے طاقتور امانت دار ہوں۔) کے الفاظ کا اضافہ بھی کیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے محسوس فرمایا کہ یہ کمال کی نسبت اپنی طرف کر رہا ہے اور آپ نے اس سے یہ خدمت نہ لی۔ کمال کو اپنی طرف منسوب کرنے والے بارگاہ نبوت میں شرف قبولیت نہیں پاتے۔

جب مرد مومن اطاعت حق کے اس درجے پر پہنچ جاتا ہے جہاں اس کا عمل سر مو احکام الٰہی سے انحراف نہیں کرتا اور اس انحراف کا کوئی تصور اس کے ہاں باقی نہیں رہ جاتا تو وہ مومن تصوف کے تیسرے مقصد اطاعت حق کا اپنی ذات کے اندر تحقق حاصل کر لیتا ہے۔

مرحلہ ثانیہ:

marfat.com

تعلیمات ومقاصد تصوف کا مرحلہ ثانیہ جن کا تعلق احوال سے ہے وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ محبت الٰہی

۲۔ رضائے الٰہی

۳۔ معرفت الٰہی

ا۔ محبت الٰہی:

اسلام نے انسانوں کی ہدایت اور اس ہدایت پر عمل پیرا ہو کر خلیفہ کا مقام پانے کا جو ضابطہ عنایت کیا ہے وہ قرآن حکیم ہے۔ قرآن کی تعلیمات پر سرسری نظر ڈالنے سے ہی یہ حقیقت آشکار ہو جاتی ہے کہ تعلیمات اسلامی کی روح عشق ومحبت ہے مضمون عشق قرآن حکیم نے یوں بیان فرمایا:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ

ایمان والے اللہ سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں۔ (۱۴۱)

یعنی وہ لوگ اہل ایمان ہیں اور ایمان کی حقیقی حلاوت ولذت سے بہر یاب ہیں وہ اللہ کی ذات سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں اللہ سے عشق کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں اللہ کی محبت اجالے کر دیتی ہے ان کی نس نس میں عشق الٰہی سرایت کر جاتا ہے پھر انہیں خواہ آتش نمرود میں ڈالو یا کوئلوں پر جھلسا دو، تپتی ریت پر تڑپا دَیا اذیتیں دے دے کر بے ہوش کر دو عالم بے خودی میں بھی ان کے لبوں سے احد

marfat.com

احد کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔

حب رسول ﷺ ہی حب الٰہی ہے:

پھر اس کی محبت کے سوا کسی غیر کو ان کے دل میں کوئی جگہ حاصل نہیں ہوتی ان کا دل محبت رسول ﷺ سے لبریز ہوتا ہے کیونکہ محبت رسول ﷺ ہی دراصل محبت الٰہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی محبت اور اللہ ہی کی محبت کا پرتو ہے۔ اس لئے یہ اللہ کی محبت سے جدا کوئی اور محبت نہیں۔ اہل حق کے دل میں کسی غیر کی محبت کا پیدا ہونا نا قابل تصور ہے اہل دل صوفیا نے مقام ولایت وقربت الٰہی کو اللہ کی محبت کے تصور سے ہی پایا ہے۔

انسان کے اندر عشق و محبت کا جو فطری جذبہ رکھا گیا ہے تصوف اسے جمال مصطفوئ اور جلال وکمال خداوندی کی رعنائیوں کی طرف پھر دینا چاہتا ہے اگر انسان کے جذبہ محبت کو ایک مرکز مل جائے اس کی جمال تلاش نظروں کو جمال مصطفوی ﷺ کی رعنائیاں مل جائیں تو اس کے ساز قلب کے تار پھر کسی مذموم جذبہ عشق ومحبت کے لئے نہیں بجیں گے۔

بلکہ تصوف کا مقصود اس کے دل سے دوسری تمام محبتوں کو جڑ سے اکھاڑ کر صرف اللہ کی محبت کا پودا اس کے دل میں اگانا ہے۔

پھر اس محبت کی کیفیتیں یہ ہوتی ہیں کہ انسان ہر طرف سے کٹ کر صرف اللہ کا ہو جاتا ہے جیسے کہ انسانیت کے نمونہ کمال حضرت رسول اکرم ﷺ سے فرمان

marfat.com

الٰہی ہے کہ

وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا

سب کچھ چھوڑ کر اسی کے ہو جایئے۔ (۱۴۲)

محبت الٰہی امتحان لیتی ہے تقاضا کرتی ہے کہ اپنی محبوب ترین شخصیات اور معاملات کو اللہ کی خاطر چھوڑ دو تا کہ کسی غیر کی محبت کا تصور بھی تمہارے دل میں موجود نہ رہے اور اگر کسی گوشے میں کسی اور کی محبت کا ایک ذرہ بھی رہ گیا تو محبت ناقص رہ جائے گی کامل نہ ہو پائے گی اس لئے صاف لفظوں میں نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے تقاضا کیا گیا کہ:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُنِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۝

(اے محبوب ﷺ) فرما دیجئے کہ اگر تمہیں اپنے ماں باپ، اولاد، بھائی، بیویاں، رشتے داروں، اموال تجارت جن میں خسارے کا فکر کرتے ہو اور تمہارے پسندیدہ مکانات تمہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو پھر اللہ کے حکم (عذاب) کا انتظار کرو۔ (۱۴۳)

اس تقاضا کا ایک مقصود یہ بھی ہے کہ انسان اپنے حقیقی کمال کو حاصل کرے

marfat.com

جو کہ ہر طرف سے قولاً و فعلاً کٹ کر صرف اس کا ہو جانے کے بغیر حاصل نہیں ہو پاتا۔

اللہ کی محبت میں غرق ہو جانے کا یہی وہ مقام ہے جس کا ذکر سورہ آل عمران میں یوں ہوا ہے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ○ (۱۴۴)

(لوگو) تم نیکی (میں کمال) ہرگز حاصل نہ کر سکو گے جب تک اپنی پیاری چیزوں سے کچھ (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو۔

یہاں ''بِـر'' کا ایک مفہوم محبت الٰہی میں کمال پانا بھی ہے اور یہ کمال اس وقت تک محال ہے جب تک اللہ کی محبت انسان کو دنیا کی ہر شے کی محبت اور چاہت سے بے نیاز نہ کر دے اس امر کی تائید اور محبت خدا اور محبتِ رسول کی وحدت کی توثیق حدیث نبوی سے بھی ہوئی ہے۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○ (۱۴۵)

تم میں سے کوئی شخص مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اپنے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

گویا ایمان کامل کا تحقّق اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ انسان عشق و محبت میں توحید کے تقاضے پورے نہ کر دے اس محبت کی علامت بھی قرآن حکیم

marfat.com

نے بیان کردی ہیں۔

تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (۱۴۶)

(عاشق لوگ تو وہ ہیں) شب کے راحت کدوں میں بھی ان کے پہلو بچھونوں سے جدا رہتے ہیں

دوسری جگہ پر ان احوال کی منظر کشی اس انداز میں کی گئی ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ ٥ (۱۴۷)

وہ اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے الغرض ہر حالت میں اللہ کی یاد میں مگن رہتے ہیں۔

گویا ایمان کامل کا تحقق اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ انسان عشق و محبت میں توحید کے تقاضے پورے نہ کرے۔

رضائے الٰہی:

محبت الٰہی کا نقطہ کمال یہ ہے کہ انسان اللہ کی رضا پر راضی ہو جاتا ہے۔

رضائے الٰہی کا تحقق تصوف کا پانچواں مقصد اور تعلیم تصوف کا پانچواں مرحلہ ہے۔

یہاں اللہ کے محبّ کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ بتقاضائے آیت قرآنی،

تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا۔ (۱۴۸)

اے دیکھنے والے تو انہیں دیکھتا ہے کہ وہ کبھی رکوع اور کبھی سجود میں ہیں ہر طرح اللہ سے اس کے فضل اور اس کی رضا مندی کے طلبگار ہیں۔

ان کی سعی و کاوش، عبادت اور شب بیداریاں ان سب کا مقصدِ وحید

marfat.com

رضائے الٰہی کا حصول ہوتا ہے ان کی عبادت کا محرک خواہش جنت نہیں ہوتی ۔ وہ اس لئے گریہ وزاری نہیں کرتے کہ دوزخ سے نجات پا جائیں بلکہ وہ محبوب حقیقی کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔

ان کے نزدیک دنیا کی سب سے بڑی دولت رضائے الٰہی ہے اوران کے اس نظریئے کی تائید وتوثیق خود قرآن فرماتا ہے۔

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ (۱۴۹)

اور اللہ کی خوشنودی سب سے بڑی نعمت ہے۔

ان کا ذکر نیم شبی ، مراقبے اور سرور محض اللہ کے لئے ہوتا ہے۔ رکوع وسجود کا محرک خدائی محبت ، اس کے جلوؤں کا نظارہ اور اس کی رضا کی طلب ہوتی ہے۔

تصوف کی تعلیم یہ ہے کہ اپنی تمام کاوشوں کو تمام توجہات اور تمام ترلمحات کو حصول رضائے الٰہی میں کھپا دو۔ خدا تمہیں جس حال میں بھی رکھے تمہارے دل میں شکوہ کا خیال تک نہیں آنا چاہیے۔ بندہ اپنی ہستی کو اس طرح سپرد رضائے الٰہی کر دے جیسے کہ مردہ غسال کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ تصوف وطریقت کی آرزو کرنے والے جب تک مردہ کی طرح خود کو غسال کے سپرد نہ کردیں اس وقت تک تصوف و طریقت کے معارف و رموز سے آشنا نہیں ہو سکتے۔ غسال مردے کو جس سمت چاہے کر دے۔ الٹا کر دے یا سیدھا مردہ اپنے ارادہ واختیار سے دستبردار ہو گیا اب مردہ کے باب میں جو ارادہ واختیار نافذ ہوگا وہ صرف غسال کا ارادہ ہوگا۔ مردِ

marfat.com

مومن تصوف کے تمام مراحل طے کرنے کے بعد ان کے نتیجہ وانجام کو ذات باری کی پسند و ناپسند کے حوالے کر دیتا ہے اور پھر اس کا جو انجام محبوب کو منظور ہو وہی پر لطف اور مسرت انگیز ہوتا ہے۔

مقام رضا، دراصل وہ کیفیت عظمیٰ ہے جو توکل سے بھی بلند ہے، صبر سے بھی بلند ہے، اور یہ مقام تفویض سے بھی بلند ہے۔ مقام رضا یہ ہے کہ محبوب، مُحِبّ کو جس حال میں بھی رکھے، خوش رہے۔ اسے تکلیف بھی ہو تو وہ راحت کا سامان بن جائے۔

تصوف کے سلسلہ تعلیم کا پانچواں سبق یہ ہے کہ شکوہ و شکایت کی دنیا سے نکل کر اپنے فرائض ادا کرو جدوجہد اور تگ و دو کرو لیکن انجام اللہ کے سپرد کر دو یہ مقام تفویض ہے اور جب انجام سامنے آجائے تو جو بھی انجام ہو اس پر راضی ہو جائے۔ آئینہ قلب پر گرد ملال نہ پڑنے پائے یہی مقام رضا ہے اور جب کسی ذہنی و قلبی کیفیات عملاً مقام رضا پر پہنچ جائیں تو وہ تعلیمات و مقاصد تصوف کے پانچویں مرحلہ کو طے کر جاتا ہے۔

معرفت ذات الٰہی:

جب بندہ مرحلہ رضا کو طے کر لیتا ہے تو حجابات مرتفع ہونے لگتے ہیں، ذات الٰہی کی معرفت نصیب ہوتی ہے۔

قرآن حکیم نے انسانی تخلیق کی غرض و غایت ہی ''معرفت رب'' کو قرار دیا ہے۔

marfat.com

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ. (۱۵۰)

اور میں نے جن وانس کو اس لئے پیدا کیا تا کہ وہ میری عبادت کریں۔

یہ (معرفت ربانی) ہی وہ امتیازی خوبی ہے جس کے ذریعے عارف وغیر کے مابین تمیز ہوتی ہے۔

ارشاد ربانی ہے۔

وَمَا قَدَرُوْا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ. (۱۵۱)

اور انہوں نے اللہ کی جیسے قدر کرنی چاہیے تھی نہیں کی۔

امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ ذَهَبَ عَنْهُ خَوْفُ الْمَخْلُوْقِيْنَ وَرَغْبَةُ الْاَشْيَاءِ. (۱۵۲)

جس نے اللہ کو پہچان لیا اس کے دل سے مخلوق کا خوف اور اشیاء کی رغبت ختم ہو جاتی ہے۔

تصوف کا مدعا یہ ہے کہ بندہ نابینا نہ رہے بلکہ بینا ہو جائے اسے بصارت کے ساتھ بصیرت بھی عطا ہو۔

قرآن حکیم نے اس فلسفہ کو خوب بیان فرمایا ہے:۔

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمْ

marfat.com

الْغٰفِلُوْنَ. (۱۵۳)

ان کے دل ہیں لیکن وہ اس سے (قرآن وحدیث میں) فکر نہیں کرتے اور ان کی آنکھیں ہیں لیکن وہ ان سے اخلاق محمدی کو دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں لیکن ان سے (وہ حضور ﷺ کا بیان) سنتے تک نہیں (عمل کرنا تو درکنار) یہ لوگ جانوروں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی بے راہ ہیں (مقصد حیات سے ناواقف جہل میں مبتلا ہیں) یہی لوگ غافل ہیں۔

گویا ان تمام اعضاء کے صحیح وسالم ہونے کے باوجود ان کی بصارت نور بصیرت سے محروم ہے، اس کے سماعت حقیقت تک پہنچنے سے معذور ہے اور اس سے بڑھ کر یہ دل رکھتے ہیں مگر کچھ سمجھتے نہیں ان کے قلب پر انوار وتجلیات ضوفشاں نہیں ہوتے کیونکہ ان کے قلب رنگ آلود ہیں وہ تمام عقدوں کو عقل کے زور سے کھولنا چاہتے ہیں جبکہ حقیقت کے عقدے قلب کی کنجی سے وا ہوتے ہیں۔

آنکھیں بصیرت چاہتی ہیں، کان سماع چاہتے ہیں تو انہیں دل بینا کے بغیر یہ سب کچھ کہاں میسر آ سکتا ہے؟ دل بینا حاصل ہو جانا معرفت الٰہی کا پا جانا ہے۔

جب انسان معرفت الٰہیہ پاتا ہے تو طلسمات جہاں کے حجاب مرتفع ہو جاتے ہیں۔ دل، دنیا ومافیہا سے اچاٹ ہو جاتا ہے۔ خلق کالعدم ہو جاتی ہے اور ہر طرف خالق ہی خالق نظر آتا ہے۔

اور بمصداق آیت قرآنی کیفیت یہ ہو جاتی ہے کہ:۔

marfat.com

اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ ۝ (۱۵۴)

پس تم جس طرف رخ کرو وہیں اللہ موجود ہے۔

انسان جس سمت نظر کرتا ہے ذات الٰہی جلوہ گر نظر آتی ہے۔

☆......بیعت کے فوائد......☆

ا۔ایمان کی مضبوطی:

صوفیاء کرام میں توحید کو درس کا سب سے پہلا سبق تصور کیا جاتا ہے۔ صوفیاء کرام نے ہمیشہ توحید کی تعلیم دی ہے۔ صوفیا کرام کے ہاں لمبے وظائف جس میں نفی اثبات کا ورد ہوتا ہے کیے جاتے ہیں۔ صوفیا کرام نے توحید کی اہمیت کو قراان کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں آتا ہے:۔

وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۝ (۱۵۵)

تمہارا معبود حقیقی تو ایک ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ بے انتہا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

سورۃ اخلاص میں آتا ہے:

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ۝ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۝ (۱۵۶)

آپ کہہ دیں کہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ اُس کے اولاد نہیں اور

marfat.com

نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کی برابری کرنے والا ہے

صوفیا کرام نے جہاں توحید کی تعلیم دی وہاں شرک کی بھی بھرپور مذمت کی ہے

جیسا کہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے۔

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝ (۱۵۷)

اس کے علاوہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۝ (۱۵۸)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور شرک سے کم درجہ کے گناہوں کو جس کے لئے چاہے بخش دے گا۔

تصوف کی بدولت اس طرح صوفیا کرام نے اپنے مریدین کو توحید کی اس طرح تعلیم دی کہ ان کا ایمان مضبوط ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر مکمل ایمان کی وجہ سے انہیں ایمان کی چاشنی نصیب ہوئی۔ اور ان کے ایمان وعقائد میں مضبوطی پیدا ہو گی۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اکبر بادشاہ اور اس کی شاہی طاقت کا اپنے ایمان کی مضبوطی سے مقابلہ کیا اور کامیاب رہے یہ جذبہ ایمانی عوام نہیں بلکہ اراکین حکومت اور بادشاہ وقت میں بھی پیدا ہوا کہ ٹیپو سلطان بہت بڑی باطل قوت کے سامنے سینہ سپر ہو گیا۔

marfat.com

۲۔ارکان اسلام سے آگاہی:

تصوف کی بدولت جب صوفیا کرام نے اپنے مریدین کو اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ کیا تو ان کو اسلام کے ارکان جن میں کلمہ طیبہ، نماز، روزہ، زکوۃ، حج جیسے بنیادی ارکان شامل ہیں آگاہی ہوئی۔صوفیاء کی معیت میں رہتے ہوئے عوام اور مریدین پاکیزہ ماحول سے متاثر ہوئے ان میں ارکان اسلام کا ظہور ہوا جن علاقوں میں صوفیاء کرام نے قیام فرمایا وہاں لوگوں میں آج تک ارکان اسلام سے آگاہی اور عملی صورت دوسرے علاقوں کی نسبت زیادہ نظر آتی ہے مثلاً دہلی، لاہور، ملتان، اُچ شریف۔

۳۔پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے عملی محبت:

برصغیر میں سنتوں کا ظہور صوفیاء کی تعلیمات اصطلاحات کی وجہ سے ممکن ہوا مثلاً داڑھی، لباس، کھانا خوشی وغمی میں شرکت کی فضا برصغیر کے مسلمانوں میں عمومی طور پر نظر آتی ہے۔

۴۔تقویٰ کا ظہور:

تصوف کا متعلق اور مقصد تقویٰ ہے۔تقویٰ تمام نیکیوں کا مجموعہ ہے۔ صوفیاء کرام نے ہمیشہ پاکیزہ اور پرہیز گارانہ زندگی گزارنے کا درس دیا۔اللہ کا خوف ہمیشہ ان کے شامل حال رہتا۔

قرآن مجید میں ایسے ہی متقین کے لئے اجرِ عظیم کا وعدہ کیا گیا ہے۔قرآن

marfat.com

مجید میں آتا ہے۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا ○ (۱۵۹)

خدا سے ڈرنے والوں کے لئے بے شک کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ○ (۱۶۰)

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ اللہ خوب جاننے والا پورا خبردار ہے۔

تصوف اور تقوی کا چولی دامن کا ساتھ ہے تصوف کی بدولت تقویٰ میں نکھار پیدا ہوا۔ مثلاً خواجہ باقی باللہ، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ جہاں بڑے صوفی تھے۔ وہاں تقویٰ کے اعلیٰ معیار پر بھی فائز تھے۔

۵۔ مذہب کی تبلیغ:

اسلامی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جتنا اسلام صوفیاء کرام کے عمل اور وعظ و نصیحت سے پھیلا شاید ہی کسی دوسری تحریک یا طبقہ سے پھیلا ہو۔ جبکہ برصغیر

marfat.com

میں تو اسلام کا پھیلاؤ صوفیاء کرام کی محنت شاقہ سے ہوا۔ بزرگان دین نے اپنے علم، اخلاق اور وعظ و نصیحت سے مقامی لوگوں کے دل موہ لیے جس سے لاکھوں انسان ان کے ہاتھ پر اسلام لے آئے۔ صوفیا کرام نے ہمیشہ مذہب کی تبلیغ کو اپنا شعار بنائے رکھا۔ اور جب اپنے مریدین کو بیعت کیا تو ان کو بھی یہی نصیحت کی کہ آگے اسلام کی تبلیغ کریں اس طرح ان کی تبلیغ کے ذریعے اسلام کی خوب اشاعت ہوئی۔

۶۔ ایمان و عمل کا جوڑ:

اہل تصوف علم کے ساتھ عملی دین پر اصرار کرتے ہیں اور اس کو دین کی اصل روح قرار دیتے ہیں۔ صوفیاء کرام تقویٰ، پرہیز گاری، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بہترین عملی صورت پیش کرتے ہیں۔ صوفیاء کرام علم کے ساتھ عمل کی بھی تلقین کرتے ہیں۔ کیونکہ عمل کے بغیر علم بے کار ہے۔ اس طرح صوفیاء کرام نے ایمان و عمل کا جوڑ پیش کیا۔ بابا فرید الدین مسعود شکر گنج کا قول ہے۔ عبادت سے اسرار الٰہی منکشف ہوتے ہیں۔

۷۔ قرآن وحدیث کی تعلیم کی طرف رغبت:

صوفیاء کرام نے قرآن و حدیث کی تعلیم پر بہت زور دیا۔ اس کے لئے باقاعدہ مدارس قائم کیے گئے تاکہ لوگوں کی قرآن وحدیث کی تعلیم کی طرف رغبت ہو۔ تصوف کی بدولت لوگوں کو قرآن وحدیث کی اہمیت کے بارے میں آگاہ کیا گیا

marfat.com

تاکہ ان کی قرآن وحدیث کی تعلیم کی طرف رغبت ہو۔ بڑے بڑے مدارس کا قیام صوفیاء کے مختلف سلسلوں کے بزرگوں کی مرہون منت ہے۔

۸۔ اخلاقیات کی تکمیل:

تصوف کی بدولت انسان کے اخلاق کی تکمیل ہوتی ہے۔ اور صوفیاء کرام اپنے مریدین کی اس سلسلہ میں خدمت کے ذریعے اور وعظ ونصیحت کے ذریعے تربیت فرماتے ہیں۔ تاکہ ان کے اندر خوش خلقی آپس کا تعاون و محبت اور دوسری معاشی اچھائیوں کا مزاج پیدا ہو جائے۔

صوفیاء کرام کے حالات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اخلاقیات کے بہترین نمونہ تھے اور ان کے اخلاق سے غیر مسلم اتنے متاثر ہوئے کہ اسلام لے آئے۔ مثلاً خواجہ باقی باللہ کی توضع اور مجدد الف ثانی کی سادگی بابا فرید الدین کی مریدین سے محبت اپنی مثال آپ تھی۔

marfat.com

المراجع

(۱۱۳) حقیقت تصوف، ڈاکٹر طاہر القادری

(۱۱۴) سورۃ الشمس، آیت نمبر ۹،۱۰

(۱۱۵) سورۃ الاعلیٰ ۱۴،۱۵

(۱۱۶) سورۃ النازعات، ۴۰،۴۱

(۱۱۷) سورۃ یوسف، آیت نمبر ۵۳

(۱۱۸) سورۃ القیامہ، ۲

(۱۱۹) سورۃ فجر، ۲۷،۲۸

(۱۲۰) سورۃ آل عمران، ۱۶۰

(۱۲۱) الفرقان، ۴۳

(۱۲۲) روح تصوف

(۱۲۳) الانعام، ۸۰

(۱۲۴) الشمس ۷،۸،۹،۱۰

(۱۲۵) المطففین، ۱۴

(۱۲۶) جامعہ ترمذی، جلد نمبر ۲، ۱۷۱

marfat.com

(۱۲۷) سورۃ الاعراف، ۱۷۵، ۱۷۶

(۱۲۸) سورۃ البقرۃ ۲،

(۱۲۹) سورۃ ق، ۳۷

(۱۳۰) سورۃ الشعرا، ۸۸، ۸۹

(۱۳۱) سورۃ النور، ۳۵

(۱۳۲) بخاری شریف، جلد اول، ۱۳،

(۱۳۳) الروضۃ الخطیب، ۸۷

(۱۳۴) خطیب تبریزی ۹۱

(۱۳۵) النساء، ۵۹

(۱۳۶) سورۃ النساء، ۸۰

(۱۳۷) سورۃ النساء، ۶۴

(۱۳۸) تذکرۃ الاولیاء، فرید الدین عطار

(۱۳۹) سورۃ النمل، ۳۸، ۴۰

(۱۴۰) سورۃ النمل، ۳۹

(۱۴۱) سورۃ البقرۃ، ۱۶۵

(۱۴۲) المزمل، ۸

(۱۴۳) سورۃ توبہ، آیت نمبر ۲۴

marfat.com

(۱۴۴) آل عمران، ۹۲

(۱۴۵) بخاری، جلد ۱، نمبر ۷

(۱۴۶) سجدہ، نمبر ۱۶

(۱۴۷) سورۃ آل عمران، ۱۹۱

(۱۴۸) الفتح، ۲۹

(۱۴۹) توبہ، ۷۲

(۱۵۰) الزاریات، ۵۶

(۱۵۱) الانعام، ۹۱

(۱۵۲) رسالہ قشیریہ

(۱۵۳) الاعراف، ۱۷۹

(۱۵۴) بقرۃ، ۱۱۵

(۱۵۵) بقرۃ، ۱۲۳

(۱۵۶) سورۃ الاخلاص، ۱ تا ۴

(۱۵۷) لقمان، ۱۳

(۱۵۸) نساء، ۴۸

(۱۵۹) النساء، ۳۱

(۱۶۰) حجرات، ۱۳

marfat.com

باب ششم

☆......شیخ کی شرائط

☆......مرید ہونے کی شرائط

☆......تصورِ شیخ، خدمتِ شیخ

marfat.com

فی زمانہ پیری مریدی کا جو حال ہے وہ ناقابل بیان ہے۔ نہ پیروں میں پیروں کی سی شان نظر آتی ہے، نہ مریدوں میں مریدوں کی سی بات۔ ایک رسم ہے جو جاری ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ موجودہ زمانہ میں صحیح معنی میں پیر بڑی مشکل اور جدو جہد سے ہی مل سکتا ہے۔

پیر جن اوصاف کا حاصل ہونا چاہیے اگر اس معیار پر موجود زمانہ کے پیروں کو جانچا جائے تو سوائے گنے چنے اصحاب کے ایک شخص بھی اس معیار پر صحیح نہ اترے گا۔ مگر اندھیری رات میں آفتاب کی عدم موجودگی میں چراغ سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ رات میں آفتاب کہاں سے لایا جائے۔

ارادت کے یہ معنی نہیں کہ کسی جھوٹے سچے پیر سے بیعت ہو کر پیرانہ کپڑے پہن لئے اور اپنے کو شبلی اور جنید ثانی سمجھنے لگے۔ مرید حقیقت میں وہ ہے جو اپنے ارادہ اور اختیار تک کو پیر کے سپرد کرے اور پیر کو حاکم تسلیم کرے۔ اور اس کے حکم کے آگے بلا چون و چرا، سر جھکا دے حق تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ○

ان لوگوں کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوگا جب تک (اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حاکم نہ سمجھیں۔ اور آپ کے حکم کے آگے بلا چوں و چرا سر نہ جھکا دیں اور ان کے دل میں کسی قسم کی تنگی و گرانی محسوس نہ ہو اور وہ پورے طور پر

marfat.com

اپنے آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد نہ کر دیں۔

صحابہ کرام کی ارادت کی شان وہی تھی جو آیت متذکرہ بالا میں مذکور ہے۔

جب صحابہ کرام، ارادت کے متذکرہ بالا پختہ رنگ میں رنگے جا چکے تو حق تعالیٰ نے دین کی تکمیل اور اِتمام نعمت سے سرفرازی عطا فرمائی۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ

آج کے روز میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کو بطورِ دین پسند کیا۔

صحابہ کرام معرفت و سعادت کے مرتبہ کمال کو پہنچ گئے تو دوسروں کو ان کے اتباع کا حکم دیا گیا۔ یوں تمام تابعین اور تبع تابعین کی شاندار الفاظ میں تعریف کی گئی اور امت کے لئے انکے ہاتھ پر بیعت کرنا وسیلۂ سعادتِ آخرت قرار دیا گیا۔ خدا کی طرف دعوت دینے اور بلانے میں ان کی مساعی بارگاہِ الٰہی میں قبولیت پاتی ہیں (اور خدا بھی ان سے محبت کرنے لگتا ہے۔) اسی بنا میں طریقہ تصوف میں شیخ کا رتبہ ایک اعلیٰ اور افضل مرتبہ ہے بلکہ اس دعوت الی اللہ میں وہ پیغمبروں کی نیابت کرتا ہے۔ شیخ اپنے مرید میں اللہ تعالیٰ کی محبت اس طرح پیدا کرتا ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور پیروی کے راستے پر لگا دیتا ہے اور جو صحیح طریقہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔

marfat.com

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ O

اے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی اور اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔

شیخ لوگوں کے دلوں میں اللہ کی محبت اس طرح پیدا کر دیتا ہے کہ وہ مرید کو تزکیہ نفس کے راستے پر چلاتا ہے اور جب نفس مزکی اور پاک ہو جاتا ہے تو دل کا آئینہ جلا پاتا ہے۔ اور اس میں عظمت الٰہیہ کی تجلیات پرتو افگن ہو جاتی ہیں اور جمال توحید اس میں جلوہ فرما ہو جاتا ہے۔ چشم بصیرت کی سیاہی جلالِ قدیم کے انوار اور کمال ازلی کے نظارے میں معروف ہو جاتی ہے (وہ مشاہدہ حق میں مصروف ہو جاتا ہے) اور اس تزکیہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بندہ اپنے پروردگار سے محبت کرنے لگتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا"

جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا اس نے فلاح پائی۔

شیخ کیسا ہونا چاہیے؟:

حقیقی معنی میں وہی پیر ہے جو حسب ذیل شرائط کا جامع ہو۔

۱...... مذہب اہلسنت والجماعت رکھتا ہو۔

۲...... اس قدر علم رکھتا ہو کہ اپنی ضرورت کے مسائل کتابوں سے نکال سکے۔

۳...... اس کا سلسلۂ بیعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہو۔

marfat.com

۴......اعلانیہ طور پر گناہِ کبیرہ کرنے والا نہ ہو۔

مرید اور طالب صادق کو سب سے پہلے صحیح اور درست سلسلہ کی جستجو کرنی چاہیے اس معاملہ میں آج کل بہت ہی زیادہ گڑبڑ ہے۔ ایسا ہوتا ہے کہ کوئی بزرگ اپنی حیات میں اپنا قائم مقام یا خلیفہ، اپنے لڑکے (بیٹے) کو مقرر نہیں کرتے نہ اس بارے میں وصیت کرتے ہیں۔ وصال کے بعد تیسرے دن لوگ باپ کا خرقہ بیٹے کو پہنا کر ان کی جگہ بٹھا دیتے ہیں۔ خلقت ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگتی ہے اور وہ اپنے باپ کی جگہ بیٹھتا ہے۔ اور وہ اس بات سے قطعی ناواقف ہوتا ہے کہ بغیر اجازت والد کے بیٹے کو اپنے باپ کا خرقہ پہننا جائز بھی ہے یا نہیں؟ خرقہ پوشی کے لئے اولاً ارادت، دوم اجازت شرط ہے۔ اس طرح اکثر بزرگوں کی اولاد بغیر رخصت و اجازت، محض اولاد ہونے کے رشتہ سے لوگوں کو مرید کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم فلاں قطب یا غوث کے صاحبزادے کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے اور ہم نے جو کچھ کیا درست کیا حالانکہ یہ فعل سراسر ضلالت اور گمراہی ہوتا ہے۔ شیخ کے لئے عالم اور عامل ہونا شرط ہے علم کے بغیر عمل دشوار ہے۔ پیر وہی شخص بن سکتا ہے جو فرائض و واجبات، سنن اور مستحبات کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرتا ہو۔ اور ایسے شخص کی ذرا سی بے احتیاطی مریدوں کی گمراہی کا باعث ہو گئی۔ مرید کو سب سے پہلے ان شرطوں کو دیکھنا چاہیے کہ وہ جس شیخ کے ہاتھ پر بیعت ہونا چاہتا ہے اس میں یہ شرطیں ہیں یا نہیں۔ اگر موجود ہیں تو بلاشبہ اس کے ہاتھ میں ہاتھ

marfat.com

دے دیں اگر یہ شرائط نہیں ہیں تو وہ منصب شیخ کا اہل نہیں۔ شیخ کی چار شرائط ہم ذکر کر آئے ہیں، ان کی قدرے تفصیل یوں ہے کہ:

1۔ پیر لقمہ حلال کھاتا ہو حرام اور مشتبہ لقمہ سے پرہیز کرتا ہو۔

2۔ وہ سچ بولتا ہو اس کی زبان پر کبھی غیبت اور فحش بات نہ آئی ہو۔

3۔ دنیا کا حریص نہ ہو لذت اور شہوت کا تارک ہوں۔ رجوع خلائق کی طرف اس کی رغبت نہ ہو۔ اغنیاء اور مالدار لوگوں سے میل جول کو پسند نہ کرتا ہو۔ حق تعالیٰ کی طرف سے اس کو جو درجہ اعزاز حاصل ہو، اس پر فخر نہ کرتا ہو۔

4۔ مال جمع کر کے نہ رکھتا ہو۔

5۔ خوش خلق ہو۔ خلقت کو ایذاء رسانی سے رنجیدہ ہو اور ترش رو نہ ہوں اس لئے کہ

نہ ہر کہ مردم آزار ست

حق تعالیٰ از وے بیزار ست

6۔ اپنے نفس کو تکریم و تعظیم کی نسبت سے نہ دیکھتا ہو۔ خود بینی کی جگہ اس میں صدق اور خودنمائی کی جگہ اخلاص ہو۔

7۔ لوگوں کو مرید بنانے کا آرزومند نہ ہو۔

8۔ وہ مخلوق کی جفا کا متحمل ہو۔

9۔ ذنوب و معاصی (گناہوں) سے محترز (بچنے والا) ہو۔

marfat.com

10۔ طالب استقامت ہو۔ کشف وکرامات کا طالب نہ ہو۔

مرید کے حقوق جو شیخ کے ذمے ہیں:

1۔ شیخ کو چاہیے کہ وہ مریدوں کے ساتھ ایسا ناصحانہ اور محبت بھرا کلام کرے جیسا کہ ایک شفیق باپ اپنے بیٹے کے ساتھ کرتا ہے جو اس کے دین ودنیا کی فلاح و بہبود کے لئے ہوتا ہے۔

2۔ جو مرید اور طالب، رشد وہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ اس کی طرف بھیجے، تو شیخ کو چاہے کہ وہ اس کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے رجوع کرے اور اس کی نگرانی اور تعلیم معرفت کے سلسلہ میں خدا تعالیٰ ہی سے مدد کا طالب ہو۔

3۔ شیخ اپنی خلوت نشینی کے لیے ایک ایسا وقت مقرر کرے جبکہ اس کے پاس خلق خدا کی آمد ورفت کی گنجائش نہ رہے۔

4۔ یہ شیخ طریقت کے وظائف میں داخل ہے کہ وہ اپنے عقیدت مندوں کے ساتھ حسن خلق سے پیش آئے بلکہ اپنے اس حق سے بھی دستبردار ہو جائے جو تعظیم وتکریم کا اس کو ملا ہے اور اس مرتبہ سے نیچے آ کر تواضع اختیار کرے۔

5۔ شیخ طریقت کو چاہیے وہ اپنے مریدوں کے ساتھ نرمی اور خوش طبعی سے پیش آئے۔

6۔ شیخ اپنے مریدوں کے ساتھ ہمدردی کرے اور صحت ومرض دونوں حالتوں میں ان کے حقوق ادا کرے اور اپنے مرید کی ارادت اور اخلاص پر تنقید کرتے

marfat.com

ہوئے ان حقوق سے دستبردار نہ ہو۔

7۔ شیخ جب مرید کے صدق عزیمت میں کمی دیکھے اور ضبط نفس کم پائے تو اس کے ساتھ نرمی سے پیش آئے اور اس کو رخصت کی حد پر قائم رکھے کہ اسی میں خیر کثیر ہے اور جب تک مرید رخصت کی سہولت کی حدود کی عبور نہیں کر لیتا اس وقت تک وہ آزاد رہتا ہے۔ اس کے بعد جب وہ ثابت قدم ہو جائے اور درویشوں میں گھل مل جائے اور رخصت کے کاموں کا عادی ہو جائے۔ تب اس وقت شیخ اس کو بتدریج ہمت وعزیمت کے مقام کی طرف مہربانی اور نرمی کے ساتھ لے جائے۔

8۔ مرید کا مال اور ان کی خدمت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کرتے ہیں۔ چونکہ مشائخ کی زندگی اللہ تعالیٰ کیلئے وقف ہوتی ہے اس لیے وہ عوام کی ہدایت خالصاً لوجہ اللہ کرتے ہیں۔ پس جو کچھ شیخ مرید کی بہبود اور بھلائی کے لئے کرتا ہے اور جو کچھ اس کی خدمت انجام دیتا ہے وہ ایک بہترین صدقہ ہوتی ہے۔

9۔ شیخ کسی مرید کی کوئی بری عادت دیکھے یا اس کی حالت کو خراب پائے یا وہ محسوس کرے کہ اس مرید میں خود نمائی یا خود بینائی پیدا ہو گئی ہے، تو کھل کر منع نہ کرے۔

10۔ شیخ مرید کے کسی ایسے کام میں جس کے کرنے کا اس کو حکم دیا گیا تھا کوتاہی پائے تو اس کو برداشت کرے اور اس کوتاہی پر اس کا قصور معاف کر دے۔ اس کے بعد نرمی اور عمل کے ساتھ اس کو اس خدمت کی انجام دہی یا تکمیل کی طرف

marfat.com

مائل کرے۔ (عوارف المعارف، شیخ شہاب الدین سہروردی)

مرید ہونے کی شرائط:

طالب راہ حق کو اس میدان میں قدم رکھنے کے بعد حسب ذیل شرائط کی پابندی لازمی ہے۔

1۔ مبتدی کے لئے سب سے پہلے مرشد اور ہادی کی جستجو ضروری ہے۔

2۔ طالب صادق، جواں مرد اور صاحب ہمت ہونا چاہیے۔ جو اپنے دل سے دنیاوی تعلقات کو منقطع کر سکے۔

3۔ تزکیہ نفس یعنی نفس کو پاک بنانا: اس کی حد نہیں جہاں تک ہو سکے کرنا چاہیے۔ اخلاق ذمیمہ، حرص، حسد، غضب، شہوت، کذب و غیبت وغیرہ سے باز رہے اور تمام محرمات و مکروہاتِ شرعی کو چھوڑ دے۔ دنیا کی لذتوں اور تمام محسوسات و معقولات سے جدا ہو جائے۔

4۔ اپنی ریاضت و مجاہد کو شمار میں نہ لائے اور یہ سمجھے کہ میں نے کچھ نہیں کیا۔

5۔ خلوت اور تنہائی اختیار کرے۔

6۔ عورتوں سے دور رہے۔ صرف اپنی بیوی سے تعلق قائم رکھے۔

7۔ اکل حلال (حلال روزی) کا انتظام کرے اور جہاں تک ممکن ہو احتیاط سے کام لے غذا اتنی کھائے کہ جس سے عبادت کرنے کی قوت جسم میں بر قرار رہے۔

marfat.com

8۔ پیر کا حکم بجالانے میں بڑی مستعدی سے کام لے۔

9۔ کم سوئے اور غافل ہو کر نہ سوئے۔

10۔ جب دو کام سامنے آئیں تو ان سے جو بہتر ہو اس کو اختیار کرے۔

11۔ نفس کی خواہشوں پر ہرگز عمل نہ کرے۔ اگر نفس کی خاطر کسی حظ نفسانی کا مرتکب ہو جائے تو پھر سخت مجاہدہ کرے۔

12۔ آباواجداد اور علم و عقل پر فخر نہ کرے اپنے آپ کو سب سے بدتر اور ذلیل وخوار سمجھے۔ جو ایسا کرتا ہے خدا سے بہت نزدیک ہوتا ہے۔

13۔ علمی مباحثوں سے اور مناظرہ سے علیحدہ رہے۔

14۔ وضو اور طہارت میں وہم نہ کرنا اور تزکیہ نفس اور خدا کی طرف پوری طرح متوجہ ہونا۔

15۔ اپنے لئے کوئی خاص لباس و بیت (گھر) اختیار نہ کرے۔

16۔ فرصت کے اوقات میں بھی خالی نہ رہنا۔ حضوری سے دل کو خالی نہ رکھنا۔ طالب کو ہر وقت ''هَلُمَّ زِدْنِیْ'' اور ''هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ'' کا نعرہ بلند کرنا چاہیے۔ خدا تک جانے کا وہی راستہ ہے جو مرشد بتائے۔

طالب کی اقسام:

ایک طالب وہ شخص ہے جو اپنی عقل اور سمجھ سے خدا کی طلب اختیار کرے اور جان لے کہ خدا سب سے بڑا، بزرگ، قدیم اور واجب الوجود ہے۔ یہ شخص

marfat.com

حکمت کی راہ سے طالب ہو، اپنے عشق نہیں ہے، عاشق کے اندر جو طلب ہوتی ہے وہ خدا ہی کی طرف سے اس میں ڈالی جاتی ہے۔ اگر عاشق سے دریافت کیا جائے کہ تو معشوق پر کیوں شیدا ہے تو وہ بھی جواب دے گا کہ میں نہیں جانتا ۔طالب تنگی یا کشادگی کا طلب گار نہیں ہوتا بلکہ کشادگی میں شاید اس کا وقت زیادہ ضائع ہوتا ہے۔ مگر تنگی میں بھی پریشان خاطری سے نقصان پہنچتا ہے۔

طالب کے لیے ہدایات:

اگر ارادت میں کچھ لغزش ہو جائے تو ارادت کو ترک نہ کر بیٹھے۔ امید ہے کہ اگر یہ ارادت پر قائم رہے گا۔ تو چند روز میں لغزش کا اثر جاتا رہے گا۔

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (الزمر، آیت:53)

(اے اللہ کے بندو! اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو)

اپنی خطا پر شرمندہ بھی ہو اور اس کی رحمت سے امید بھی رکھے۔ سن رسیدہ (بوڑھے) مرید کے لیے یہی کافی ہے کہ پانچوں وقت نماز باجماعت ادا کرے اور وظائف میں مصروف رہے۔ خلوت کو اختیار کرے۔ تصور شیخ کو قائم کرے۔ اگر دل میں پیر کی محبت ہے تو ضرور کچھ نہ کچھ حاصل ہو جائے گا۔ طالب اگر کسی وقت عشق مجازی میں مبتلا ہو جائے تو اس کی خلاصی کی تدبیر یہی ہے کہ معشوق کو بھی اسی راستہ پر لگائے ورنہ خیالات فاسدہ دور کرنے کے لئے سفر اختیار کرے اور جبر سے کام لے ورنہ یہ موقع طالب کے لیے خطرناک ہے۔

marfat.com

تصور شیخ:

علمائے ظاہر، ارباب سلوک پر معترض ہیں کہ ان میں پیر پرستی پائی جاتی ہے۔ یہ بات بے حقیقت بھی ہے اور باحقیقت بھی۔ بے حقیقت تو اس لئے کہ پیر انوار لاہوتی کا مظہر ہوتا ہے۔ تو یہ اس کی پرستش نہیں ہے بلکہ حق کی پرستش ہے۔ بات صرف اتنی ہی ہے کہ حضور قائم کرنے کے واسطے پیر کی صورت سامنے رکھی جاتی ہے۔ غائب کے تصور میں خطرات مزاحم ہوتے ہیں۔ پیر چونکہ عالم شہادت میں موجود ہوتا ہے۔ اس لیے شروع شروع میں تصور اور حضور کی مشق کے لیے شیخ کے تصور کی مشق ضروری ہے۔ تصور شیخ کی ترکیب یہ ہے کہ طالب ہر وقت اپنے آپ کو شیخ کے روبرو ان کی مجلس میں حاضر تصور کرے یا اپنے دل میں شیخ کا خیال رکھے۔ یا اپنے آپ کو ہمہ تن شیخ سمجھے۔ شیخ کا ہر وقت تصور رکھنا طالب کی سعادت مندی کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ بغیر شیخ کی وساطت کے کوئی شخص منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت سلطان المحبوبین حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

قسم ہے خرقۂ شیخ کی کہ قوال کی زبان سے جو غزل یا شعر میں نے سنا اس کو شیخ کی ذات پاک کے سوا کسی طرف منسوب نہیں کیا۔

طالب ہر حال میں پیر کی طرف متوجہ رہے۔ اگر پیر کی صورت میں جمال باکمال نہ ہو تو نورِ قدس کے ساتھ اس کا تصور کرنا چاہے۔ تا کہ خود نور سے آراستہ ہو

marfat.com

جائے۔ اگر مرید اس نورانی تصور کا اثر پیر کی صورت میں ملاحظہ کرے تو امید ہے کہ عنقریب پیر کے اسرار سے مطلع ہوگا۔ اور اپنے اندر نور کا اثر دیکھے تو خوش ہونا چاہیے۔ کہ اس کو عنقریب وہ مرتبہ عطا ہونے والا ہے۔ جس سے پیر کو بھی مانندہ پہنچے گا۔ بہت سے مرید ایسے ہوئے ہیں۔ کہ دنیا میں ان سے پیروں کا نام روشن ہوا ہے۔

افتد بصحرائے ہر یک بتماشائے

وی را کہ تو منظوری خاطر نہ رود جائے

اگر کسی ناشائستہ جگہ پیر کا تصور سامنے آجائے تو نہ اس کی طرف متوجہ ہو نہ اس کو دور کرنے کی کوشش کرے۔ اپنے پیر کو ایک صاف شفاف آئینہ تصور کرے کہ اس پر تجلی ہو رہی ہے۔ اور یہ اس کے نظارہ میں مشغول رہے سالک کو چاہیے کہ نماز میں پیر کو دائیں یا بائیں اپنا امام تصور کرے یا سجدہ کی جگہ یا اپنے دل میں خیال کرے۔ یا حاضر سمجھے تو اور بھی اچھا ہے۔ جہاں تک ہو سکے اچھی صورت و حالت میں پیر کا تصور جمانا چاہیے۔

خدمت شیخ:

مرید پر سب سے پہلے دو فرض ہوتے ہیں۔

اول: پیر کی تلاش۔ دوم: اس کے حکم کی پیروی۔

اگر مرید کی زبان سے ایک بار بھی یہ کلمہ نکل جائے کہ میں پیر کا مرید نہیں ہوں وہ اسی

marfat.com

وقت ارادت سے خارج ہو جائے گا۔ خدمت شیخ میں حاضری کی توفیق چونکہ شیخ کی عنایت سے ہی ہوتی ہے، اس لئے مرید کو ہر وقت اپنے پیر کی درازی عمر اور قرب خداوندی کی دعا کرنی چاہیے۔ اور اگر پیر و مرشد وصال فرما چکے ہوں تو ایصال ثواب سے ان کی روح کو خوش کرنا چاہیے۔ اور ہر وقت اپنی زبان پر پیر و مرشد کا نام رکھنا چاہیے۔ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا:

"اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ"

شیخ کا درجہ اپنے مریدوں میں ایسا ہی ہے جیسا نبی کا اپنی امت میں ہوتا ہے۔

عوارف المعارف میں ہے۔

تم کو جو کچھ خدا سے طلب کرنا ہے وہ شیخ سے طلب کرو اور جو اہلیت تم چاہتے ہو وہ شیخ کی صورت میں تم کو نصیب ہوگی۔

شہوت اور ہوا (ہوس) میں پھنس کر مرید برباد ہو جاتا ہے۔ مرید کو ایسے امور میں جو تقاضائے بشریت سے متعلق ہوں پیر کے اتباع کی ضرورت نہیں۔ کسی بزرگ کے کشف و کرامات کو دیکھ کر اپنے پیر سے بدعقیدہ نہ ہونا چاہیے اور اگر کسی بزرگ سے کچھ حاصل ہو تو اپنے پیر کا طفیل تصور کرلے۔ اگر مرید کسی ایسی مجلس میں حاضر ہو جہاں خضر، ابدال و اوتاد اور اس کے پیر بھی تشریف رکھتے ہوں تو مرید اپنے پیر ہی سے غرض رکھے اور کسی طرف متوجہ نہ ہو۔

مرید اپنے پیر سے جنید و بایزید کو بھی بہتر نہ جانے اگر اپنے پیر پر کسی اور

marfat.com

شخص کی فضیلت ظاہر و ثابت بھی ہو جائے تب بھی اپنا ہاتھ پیر کے دامن سے نہ ہٹائے۔ پیر و مرشد سے خلافت و اجازت حاصل کرنے کے بعد فوراً ہی اپنے کو شیخ تصور نہ کرے اور نہ لوگوں کو مرید کرے۔ اگر کسی کو مرید کرلے تو یہ سمجھ کر کہ یہ کام عارتیاً میرے سپرد ہے مجھ کو پیر کے فرمان کی تعمیل ضروری ہے۔ ہاں اگر پیر و مرشد اس کام سے خوش ہوں تو اس کو آگے بڑھانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ مرید اگر کسی مجلس میں حاضر ہو، تو جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے اگر لوگ اصرار کر کے صدر مقام پر بٹھائیں تو انکار پر اصرار نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ اصرار میں ایک طرح کی خودنمائی ہے ۔مرید کو ایسی بات ہرگز اپنی زبان سے نہ نکالنی چاہیے جس سے کسی کو رنج پہنچے۔ نکتہ چینی نہ کرے اگر کسی سے دوستی ہے تو اس کا حق ادا کرے اہل دل کے معاملہ پر عمل کرے۔

☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com

باب ہفتم

☆......تجدیدبیعت

☆......مسئلۂ تعدّدِ مشائخ

☆......آدابِ شیخ

☆......آدابِ مریدین

marfat.com

تجدید بیعت اور تعددِ مشائخ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ،تفہیماتِ الٰہیہ میں فرماتے ہیں کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بیان کردہ دین کے تین بڑے اصول ہیں۔

(۱)......اصلاح العقائد: جن کو علماءِ اہلسنت والجماعت نے بیان فرمایا ہے۔

(۲)......اصلاح الاعمال : جن کو حنفی ، مالکی ،شافعی اور حنبلی ائمہ وفقہاءِ امت رحمہم اللہ نے بیان فرمایا ہے۔

(۳)......اصلاح الاخلاق: جس کا سہرہ ائمہ تصوف کے سر پر ہے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ تصوف کے جتنے بھی سلاسل ہیں ،خلفاء، متوسلین، متعلقین و مریدین نے اسلام کی ایسی خدمت کی ہے کہ اہل اسلام کے سر فخر سے بلند ہیں۔ اسلام پر جس وقت بھی مشکل وقت آن پڑا، کبھی حضور غوثِ اعظم حضرت عبد القادر جیلانی ،کبھی حضور داتا علی ہجویری ،کبھی عطائے رسول فی الہند، غریب نواز معین الدین اجمیری اور کبھی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہم الرحمہ ،ظلمت ،بدعقیدگی اور بدعت کے طوفانوں کے سامنے سینہ سپر ہو جاتے ہیں۔ الحاد و زندیقیت کے ہر سیلاب کے سامنے ایسے بند باندھتے ہیں کہ جن کی قوت اور اثر صدیوں تک قائم رہتا ہے۔

موجودہ دور میں ناقص پیروں اور صوفیوں کی کمی نہیں ۔ کچھ لوگ خدا کی

marfat.com

مخلوق کو گمراہ رہے ہیں۔ ان کا شمار ایسے لوگوں میں ہوتا ہے جو کبھی تصوف وطریقت کی غلط تشریح کرتے ہیں۔ کبھی اپنی مرضی کی شریعت بیان کرتے ہیں۔ علماء کرام کے خلاف پروپیگنڈے کرتے ہیں، بلکہ یہاں تک بڑھ جاتے ہیں کہ نماز، روزہ اور دیگر احکام شرعیہ سے دور ہو کر ملحد اور زندیق بن کر شعبدہ بازی کو کرامت کا نام دیتے ہیں اور لوگوں کے ایمان کو تباہ کرتے ہیں۔ جب لوگ ان ناقصوں سے فیض حاصل نہ ہونے کی وجہ سے برگشتہ ہونے لگے تو انہوں نے اپنے حلقہ بیعت کو برقرار رکھنے کیلئے دوسرے شیخ کی بیعت کو مطلقاً حرام اور ناجائز قرار دے دیا۔ اور کہہ دیا کہ ایک عورت کے دو خاوند نہیں ہو سکتے، اسی طرح ایک مرید کے دو پیر نہیں ہو سکتے۔ اور اپنے موقف کو مضبوط کرنے کیلئے مشائخ کرام کے وہ اقوال جو کامل ومکمل شیخ کے بارے میں تھے، خود پر محمول کر کے ان اقوال کو اپنا موید بنایا۔

قرآن مجید میں اللہ جل شانہ ارشاد فرمایا ہے۔

لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًاo (سورۃ کہف)

(مفہوم) اور اس کی اطاعت نہ کر جسکا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنے نفس کی خواہش کا پیرو ہوا اور اس کے اعمال وافعال حدود شرعی سے متجاوز ہوئے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

marfat.com

لَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا

ان میں سے گناہ گار اور کافروں کی فرمانبرداری نہ کر۔

تعدد شیخ کا مسئلہ دو صورتیں رکھتا ہے۔ جائز اور نہ جائز۔ بلکہ بعض صورتوں میں دوسرے شیخ کی بیعت کرنا لازم و واجب ہے اگر کوئی شخص ناقص پیر سے بیعت ہو اور پیر کا ناقص ہونا واضح ہو جائے، تو دوسرے شیخ کی طرف رجوع کرنا لازم ہے ۔ اگر شیخ کامل و مکمل ہو لیکن وفات پا جائے (اور مرید کے مقامات ابھی باقی ہوں) تو اس صورت میں بھی فوراً کسی دوسرے شیخ کی بیعت کرنا لازم ہے۔ اور اگر کسی شیخ کامل و مکمل کا مرید ہو مگر آدابِ طریقت اور اتباع شریعت بجالانے کے باوجود اسے فیض نہیں پہنچتا تو اس صورت میں بھی دوسرے کامل مکمل شیخ کی طرف رجوع واجب ہے۔ فیض سے مراد کمالاتِ باطنیہ ہیں۔ مگر شیخ اول کی بے ادبی سے احتراز کرے۔ اگر شیخ کامل کا مرید ہو اور فیض و نورانیت اسے پہنچے تو شیخ کی محبت کو نہ چھوڑے۔ اور جو پیر نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کی سنت کے اوپر عمل پیرا نہ ہو، وہ شیخ ناقص ہے کہ "طریقت بے شریعت حاصل نیست" (طریقت، شریعت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی)

محال است سعدی کہ راہِ صفا
تواں رفت جز بے در مصطفیٰ ﷺ

رسالت پناہ ﷺ کی اتباع کے بغیر راہِ صفا پر چلنا محال ہے۔

marfat.com

خلاف پیغمبر کسے راہ گزید

ہرگز نخواہد بمنزل رسید

جو کوئی شخص رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ہٹ کر راہ اختیار کرتا ہے وہ منزل پر نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، تعدد پیر کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

اس طریق میں پیری و مریدی طریقہ کے سیکھنے اور سکھانے پر موقوف ہے نہ کہ کلاہِ شجرہ پر جو مشائخ کے اکثر طریقوں میں مروج ہے۔ حتیٰ کہ ان کے متاخرین نے پیری و مریدی کو کلاہ و شجرہ پر منحصر کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ پیر کا تعدد جائز نہیں رکھتے اور طریقہ سکھانے والے کو مرشد کہتے ہیں، پیر نہیں جانتے اور آدابِ پیری کو اسکے حق میں ملحوظ نہیں رکھتے۔ یہ ان کی کمال جہالت اور نادانی کی وجہ سے ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ ان کی مشائخ نے "پیرِ تعلیم" اور "پیر محبت" کو بھی پیر کہا ہے۔ اور پیر کا تعدد جائز فرمایا ہے۔ بلکہ پیر اول کی زندگی کے دوران میں ہی اگر ایک طالب اپنی بھلائی کسی اور جگہ دیکھے تو اس کو جائز ہے کہ پہلے پیر کا انکار کئے بغیر دوسرے پیر کو اختیار کرے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے اس بات کے جائز ہونے میں علماءِ بخارا سے اس کا فتویٰ درست فرمایا تھا۔ ہاں اگر ایک پیر سے خرقہ ارادت لیا ہو تو پھر

marfat.com

دوسرے سے خرقہ ارادت نہ لے اور اگر لے تو تبرک کا خرقہ لے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرا پیر ہرگز نہ پکڑے، بلکہ جائز ہے کہ خرقہ ارادت ایک سے لے اور طریقت کی تعلیم دوسرے سے اور صحبت تیسرے کے ساتھ رکھے اور اگر یہ تینوں دولتیں ایک سے میسر ہو جائیں تو بڑی نعمت ہے۔ اور جائز ہے کہ مشائخ متعددہ سے تعلیم و صحبت کا استفادہ کرے۔ اور جاننا چاہئے کہ پیر وہ ہے جو مرید کی حق سبحانہ کی طرف راہنمائی کرے، یہ بات تعلیم طریقت میں زیادہ ملحوظ اور واضح ہے۔ کیونکہ پیر تعلیم شریعت کا استاد بھی ہے اور طریقت کا راہنما بھی، برخلاف پیر خرقہ کے۔ پس پیر تعلیم کی زیادہ تر رعایت کرنی چاہئے۔

(مکتوبات، جلد: 1، حصہ: 4 دفتر اول، مکتوب نمبر: 221)

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

آپ کا ارسال کردہ خط پہنچا جس میں آپ نے پوچھا تھا کہ پیر کے زندہ اور موجود ہونے کے باوجود اگر کوئی شخص دوسرے شیخ کے پاس جائے اور طلب حق کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ جاننا چاہئے کہ مقصود حق تعالیٰ ہے (نہ کہ پیری مریدی) اور پیر حق تعالیٰ کی جناب تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔ اگر کوئی طالب اپنی بھلائی دوسرے شیخ کے پاس دیکھے اور اپنے دل کو اس کی صحبت میں حق تعالیٰ کے ساتھ جمع پائے تو جائز ہے کہ پیر کی زندگی میں پیر کے اذن (اجازت) کے بغیر اس شیخ کے پاس جائے اور اس سے رشد و ہدایت طلب کرے۔ لیکن چاہئے کہ پیر اول کا انکار نہ

marfat.com

کرے اور اسے نیکی کے ساتھ ہی یاد کرے۔ بالخصوص اس وقت کی پیری مریدی جو محض ایک رسم و عادت سے بڑھ کر نہیں۔ اس وقت کے پیروں کو اپنی خبر نہیں اور ایمان و کفر کی تمیز نہیں کر سکتے تو خدا تعالیٰ کی کیا خبر رکھتے ہونگے اور مریدوں کو کونسا راستہ دکھائیں گے۔

آگاہ از خوشتن چوں نیست جنین

کے خبر دار داز چناں و چنیں

جنین (بچہ جو ابھی ماں کے پیٹ کے اندر ہوتا ہے) جب اپنے آپ سے آگاہ نہیں تو ادھر ادھر کی اسے کیا خبر ہوگی۔

ایسے مرید پر افسوس کہ جو ایسے پیر پر اعتماد کر کے بیٹھا رہے اور دوسرے پیر کی طرف رجوع نہ کرے اور خدا تعالیٰ کا راستہ تلاش نہ کرے۔ یہ شیطانی خطرات ہیں جو پیر ناقص کی زندگی کے باعث طالب کو حق تعالی سے ہٹائے رکھتے ہیں۔ جہاں جمعیت دل اور ہدایت حاصل ہو بلا توقف ادھر رجوع کرنا چاہئے اور شیطانی وسوسوں سے پناہ مانگنی چاہئے۔

(مکتوبات، جلد: 2 دفتر ثانی مکتوب نمبر 63)

ان دو مکتوبات میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے تقریباً چھ بار تعدد شیخ کے جواز کا قول فرمایا ہے۔ اور پیر اول کو نیکی سے یاد کرنے والا قول صاحب شریعت کے ساتھ خاص ہے اور اگر پیر اول شریعت و طریقت سے دور ہو تو نیکی یاد

marfat.com

کرنا نہیں بلکہ اس مذمت کرنا واجب ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی کا اپنا فعل بھی تعدد پیر کے جواز کی دلیل ہے کیونکہ آپ نے متعدد مشائخ سے متعدد سلاسل کسب کرنے کے بعد آخر میں نقشبندیہ شریف میں حضرت خواجہ خواجگان محمد باقی باللہ سے بیعت کی۔ اور اس سلسلہ میں علوم و معارف اور کمالات و حقائق حاصل کئے۔

حضرت بدرالدین سرہندی، حضرات القدس میں فرماتے ہیں۔

آپ سلسلہ چشتیہ میں اپنے والد شیخ عبدالاحد سے منسوب ہیں۔ اور آپ کے والد شیخ رکن الدین سے منسوب ہیں۔ سلسلہ قادریہ میں اسی طرح ہے کہ آپ وا اپنے والد سے اور آپ کے والد شیخ رکن الدین اور آپ، حضرت شاہ کمال کیتھلی سے نسبت رکھتے ہیں۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی اپنے مکاتیب میں فرماتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی نے اذکارِ چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ اپنے والد سے اور طریقہ کبرویہ کی تلقین حضرت یعقوب صرفی سے حاصل کی۔ بعد میں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ سے طریقہ نقشبندیہ اخذ کیا۔ اسی صحبت مبارکہ کے سبب آپ کو کمالات و مقامات، حالات و جذبات، واردات و کیفیات، علوم و معارف کثیرہ اور بہت سے انوار و اسرار حاصل ہوئے۔ یوں آنجناب کی تربیت کی برکت اور عطائے خداوندی سے آپ نئے طریقہ سے ممتاز ہوئے اور حضرت خواجہ نے اس طریقہ جدیدہ کی تصدیق فرمائی۔ حضرت مجدد کے اس طریقہ جدیدہ میں اصطلاحات و مقامات بہت

marfat.com

ہیں اور ہر اصطلاح میں کیفیات وحالات اور اسرار وانوار علیحدہ اور جدا ہیں۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی جو کہ شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت سے آشنا ہیں، کے عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک سے زیادہ مشائخ سے بیعت ہونا اور اخذ فیض کرنا جائز ہے۔ بعض نام نہاد پیر، گدی نشین اور سجادہ نشین خود نفسانی اور شیطانی وسوسوں کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں اور شریعت سے دور اور بے عمل ہیں۔ جن کا طریقت سے کوئی کام نہیں، ہدایت کے راستے سے دور ہیں۔ وہ اپنے متوسلین کو کس طرح خدا سے آگاہی حاصل کرنے میں مدد کر سکتے ہیں۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ کے امام حضرت خواجہ غریب نواز عطائے رسول فی الہند معین الدین چشتی اجمیری کے متعدد مشائخ کا تذکرہ فرماتے ہوئے، حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، دلیل العارفین میں تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت خواجہ غریب نواز نے طلب خدا جل وعلا کیلئے سفر اختیار فرمایا۔ پہلے سمرقند پہنچے، وہاں آپ نے قرآن مجید حفظ کیا اور علوم ظاہری کی تعلیم حاصل کی۔ تحصیل علم کے بعد آپ عراق کی طرف متوجہ ہوئے، قصبہ ھارق جو کہ نیشاپوری کے نواح میں ہے پہنچے اور حضرت خواجہ عثمان ہارونی جو کہ اپنے وقت کے اکابر مشائخ میں سے تھے، کے حضور بیعت ہوئے۔ اور سالہا سال خواجہ کی خدمت میں رہ کر نہایت اعلیٰ خدمات بجالائے، باطنی کام کو تکمیل تک پہنچایا اور خرقہ خلافت پایا۔ اس کے بعد آپ بغداد شریف کی طرف روانہ ہوئے اور دورانِ راہ قصبہ سجان میں

marfat.com

حضرت خواجہ نجم الدین کبری کی خدمت سے مشرف ہوئے۔ وہاں سے جودی پہاڑ جہاں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان کے بعد رکی تھی پر گئے اور اس جگہ حضرت غوث اعظم محی الدین عبد القادر جیلانی کی خدمت سے مشرف ہوئے اور آپ کے ہمراہ جیلان اور جیلان سے بغداد پہنچے اور کچھ عرصہ آپ کی صحبت سے مستفیض ہوئے۔ شہر بغداد میں شیخ ضیاء الدین پیر روشن ضمیر شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی کی صحبت سے مشرف ہوئے اور خواجہ و شیخ الشیوخ کے مابین روابط اور صحبتیں بھی واقع ہوئیں۔ اس کے بعد محبوب سبحانی خواجہ واحد الدین کرمانی کی خدمت باعظمت میں خاضر ہوئے اور ''خرقہ خلافت'' پایا۔ پھر ہمدان آئے اور مقبول یزدانی خواجہ یوسف ہمدانی سے باطنی استفادہ کیا۔ یہاں سے تبریز کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت ابو سعید تبریزی کی زیارت سے مشرف ہوئے جو کہ حضرت شیخ جلال الدین تبریزی کے پیر طریقت تھے۔ ان کی صحبت سے فوائد حاصل کئے اور اس جگہ سے آپ اصفہان رونق افزاء ہوئے اور کچھ عرصہ محبوب سبحانی شیخ محمود اصفہانی جو قطب وقت تھے، کی صحبت سے مستفیض ہوئے۔ وہاں سے مہنہ تشریف لے گئے اور خواجہ ابو سعید مہندی کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ پھر استر آباد پہنچے اور حضرت خواجہ ناصر الدین استر آبادی کے شرف زیارت سے مشرف ہوئے۔

حضرت شیخ استر آبادی، حضرت بایزید بسطامی کی اولاد سے عظیم القدر شیخ اور کامل الولایت بزرگ تھے۔ اس وقت ان کی عمر شریف ایک سو ستائیس سال تھی اور وہ شیخ

marfat.com

ابوالخیراور شیخ ابوالحسن خرقانی کی صحبت میں رہ چکے تھے۔ اس کے بعد آپ غزنی تشریف لائے اور چند دن حضرت شیخ ابوالموید نظام الدین کے پیر حضرت شمس العارفین شیخ عبدالواحد غزنوی کے ساتھ صحبت رکھی۔ ان حضرات عالی درجات کے علاوہ دیگر سینکڑوں اولیاءاللہ اور مشائخ عالی جاہ سے فیض باطنی حاصل کیا۔ اور پھر خواجہ غریب نواز ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے اور لاہور میں حضرت مخدوم سید علی ہجویری لاہوری کے مزارِ پُر انوار پر معتکف رہے اور ۵۶۱ھ کو ماہِ محرم کی دس تاریخ کو دارالخیر اجمیر شریف میں رونق افروز ہوئے۔

حضرت خواجہ غریب نواز کے عمل شریف سے بھی واضح ہوا کہ متعدد مشائخ سے بیعت کرنا، خلافِ طریقت بات نہیں ہے۔ حضرت پیران پیر غوث الاعظم شیخ المشائخ سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ نے بھی متعدد مشائخ اور پیروں سے اخذ فیض کیا۔ حضرت علامہ عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمہ، نفحات الانس میں لکھتے ہیں کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ایک بار چالیس روز گزر گئے کہ میں نے کچھ نہ کھایا، چالیس دن کے بعد ایک آدمی تھوڑا سا کھانا لایا اور رکھ کر چلا گیا۔ قریب تھا کہ میرا نفس شدتِ بھوک کی وجہ سے کھانے کی طرف آجاتا، میں نے کہا کہ واللہ جو عہد میں نے خدا سے کیا ہے اس کی حفاظت کروں گا۔ میں نے سنا کہ میرے باطن سے کوئی بلند آواز سے فریاد کر رہا ہے ''الجوع، الجوع، الجوع'' (بھوک) اچانک شیخ ابوسعید مخزومی

marfat.com

میرے پاس سے گزرے اور اس آواز کو سن کر فرمایا، اے عبدالقادر! یہ کیا ہے؟ میں نے کہا یہ نفس کا اضطراب و فریاد ہے لیکن روح اپنی جگہ برقرار ہے اور مشاہدۂ خداوندی سبحانہ میں مستغرق ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوسعید مخزومی نے مجھے خرقہ پہنایا اور میں نے آپ کی صحبت کو لازم پکڑا۔ (چند سطور کے بعد علامہ جامی لکھتے ہیں کہ) شیخ حماد دہاش شیخ محی الدین عبدالقادر کے جملہ مشائخ میں سے ہیں اور آپ اُمی تھے۔ آپ پر اسرار و معارف کے دروازے کھل گئے۔ اس کے علاوہ شیخ یوسف ہمدانی سے بھی آپ کی عقیدت رہی ہے۔

یہ عبارت ظاہر کرتی ہے کہ حضور غوث الثقلین نے بھی متعدد مشائخ سے فیض حاصل کیا۔ حضرت امام عبدالوہاب شعرانی، اپنے متعدد مشائخ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

(ترجمہ) فقیر عبدالوہاب بن احمد الشعرانی نے شیخ محمد سروی اور شیخ علی المرصفی سے بیعت ہو کر ذکر حاصل کیا اور وہ دونوں شیخ محمد کے مرید ہیں۔

پھر فرماتے ہیں۔

ثم انی تلقنت علی سیدی محمد الشناوی۔

یعنی پھر میں نے سیدی حضرت شیخ محمد شناوی سے بیعت ہو کر ذکر حاصل کیا۔

آگے فرماتے ہیں۔

marfat.com

(ترجمہ) میرا ایک اور شجرۂ طریقت بھی ہے جو سند کے لحاظ سے مذکورہ بالا شجرہ سے زیادہ قریب ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے حضرت شیخ مشائخ الاسلام زکریا انصاری سے بیعت کی اور وہ حضرت سیدی محمد الغمری سے بیعت ہیں جو شیخ محمد الزاہد کے مرید اور شیخ مرین کے رفیق ہیں۔ پس میرے اور شیخ زاہد کے درمیان صرف دو حضرات ہیں۔ اس سند کے لحاظ سے میں اور شیخ محمد سروی جو میرے شیخ حضرت محمد شناوی کے شیخ ہیں، دونوں برابر ہیں۔ لیکن مریدوں کی تربیت کی اجازت مجھے میرے شیخ حضرت شیخ شناوی نے دی۔ (الانوار القدسیہ)

آگے پھر فرماتے ہیں۔

(ترجمہ) مجھے ایک اور طریقہ بھی حاصل ہے وہ میں نے سیدی علی الخواص سے اخذ کیا۔

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی کی تحریر سے بھی متعدد مشائخ سے طلب فیض ثابت ہوتا ہے۔

شیخ کے وفات پا جانے کے بعد دوسرے شیخ سے بیعت کرنے کے متعلق ،حضرت مزید فرماتے ہیں کہ......

مرید پر واجب وضروری ہے کہ جب اس کا شیخ وفات پا جائے تو دوسرے شیخ کی بیعت کرے جو پہلے شیخ سے بڑھ کر تربیت کرنے والا ہو کیونکہ اس راستے میں (کسی حدِ تربیت یا مقام پر) قرار نہیں۔

marfat.com

علامہ رؤف احمد، ملفوظات حضرت شاہ غلام علی ''در معارف'' میں فرماتے ہیں۔

آنحضرت (شاہ غلام علی) فرماتے ہیں کہ طالب کیلئے متعدد مشائخ سے بیعت کرنا جائز ہے۔ جیسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی، اور آپ کی وفات کے بعد حضرت عمر بن خطاب سے بیعت کی۔ اور ظاہر ہے کہ صحابہ کرام کی خلفاء راشدین کے ساتھ بیعت امور آخرت کیلئے تھی نہ کہ دنیوی امور کے لئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ طریقت میں تکرارِ بیعت جائز ہے۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تعدد پیر کے بارے میں ''ارشاد الطالبین'' میں تحریر فرماتے ہیں۔

اگر کوئی ایک عرصہ تک حسن اعتقاد کے ساتھ شیخ کی خدمت میں رہے اور اس کی صحبت میں کوئی تاثیر نہ پائے تو اس شیخ کو ترک کر کے دوسرے شیخ کی تلاش کرنا اس پر واجب ہے۔ ورنہ اس کا مقصود و معبود، شیخ ٹھہرے گا نہ کہ خدا تعالیٰ، اور یہ شرک ہے۔ حضرت عزیزان رامتینی جو کہ مشائخ نقشبندیہ میں سے ہیں فرماتے ہیں۔ ''جب تو کسی (پیر) کی صحبت اختیار کرے اور تجھے دلجمعی حاصل نہ ہو اور تجھ سے آب و گل کی کدورتیں دور نہ ہوں، اس کی صحبت سے دور بھاگ ورنہ عزیزان کی روح تیری اس غلطی کو معاف نہیں کرے گی۔'' لیکن اس شیخ کے بارے میں حسن ظن رکھے کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ وہ شیخ کامل و مکمل تو ہو لیکن اس کے پاس اس

marfat.com

شخص کا حصہ اور نصیبہ نہ ہو۔ اور اسی طرح اگر پیر کامل ومکمل ہو اور وہ اس جہاں سے رحلت فرما جائے اور مرید ابھی درجہ کمال تک نہ پہنچا ہو، ایسے مرید کیلئے دوسرے (کامل ومکمل) پیر کی صحبت تلاش کرنا ''واجب'' ہے۔ کیونکہ مقصود پیر نہیں، اللہ رب العزت ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پاک کے بعد حضرت ابو بکر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہم کی بیعت کی۔ اس بیعت کا مقصد محض دنیوی امور نہ تھے بلکہ اس کا مقصد باطنی کمالات حاصل کرنا بھی تھا۔

آدابِ شیخ:

جب کوئی شخص معرفت کو حاصل کرنا چاہے اور اس کے اندر عشق واشتیاق (طلب معرفت) کی آگ بھڑک اٹھے اور غفلت کے پردوں کو اشتیاقِ معرفت کے ساتھ جلا دے تو اس شخص کو چاہئے کہ گناہوں سے توبہ کرے عقیدہ اہل سنت والجماعت یعنی فرقہ ناجیہ (کامیاب گروہ) ماتریدیہ واشعریہ کو مضبوطی سے اپنا لے اور رخصت کی طرف متوجہ و مائل بھی نہ ہو، بدعت سے اجتناب کرے پھر کسی شیخ کامل ومکمل کو تلاش کرے جبکہ شیخ میں وہ صفات ہونی چاہئیں جن کو علامہ ابن حجر مکی نے مقدمہ میں ذکر کیا ہے۔ جب اعلیٰ صفات پائی جائیں گی تو ادنیٰ صفات خود بخود پائی جائیں گی۔ بیعت کرنے کے بعد بدنی، مالی، اور قلبی تمام شرائط وآداب کے

marfat.com

ساتھ خدمت شیخ میں مشغول ہو جائے، کیونکہ بے ادبی برکت کے زوال کا سبب بنتی ہے اور بے ادبی سے نور، ظلمت (تاریکی) اور حجاب میں تبدیل ہو جاتا ہے اور معنوی دوری ضرر میں تبدیل ہو جاتی ہے عام ازیں کہ شیخ کی طبیعت و مزاج اس بے ادبی سے متغیر ہو یا نہ ہو۔

نقل ہے کہ امام زفر وضو فرما رہے تھے کہ آپ کے قریب سے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ (جو کہ امام زفر کے استاذ ہیں) کا گزر ہوا لیکن دورانِ وضو امام زفر اپنے استاذ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کیلئے کھڑے نہ ہوئے اور تعظیم نہ کی جس کی وجہ سے امام زفر کی روایت مذہب میں ضعیف مانی جاتی ہے۔ حالانکہ امام زفر کا شمار امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے جلیل القدر شاگردوں میں ہوتا ہے۔

طریقت میں شیخ کے آداب:

مرید کا اپنے شیخ کے بارے میں یہ عقیدہ ہو کہ میرا مقصود و مطلوب میرے شیخ کے ہاتھ پر ہی حاصل ہو گا اور جب کسی دوسرے شیخ کی طرف توجہ کرے گا تو اپنے شیخ سے محروم ہو جائے گا اور فیض کا دروازہ اس پر بند ہو جائے گا۔

شیخ کے تمام تصرفات پر راضی رہے اور سر تسلیم خم کرے، شیخ کی خدمت مال و بدن کے ساتھ کرے۔ کیونکہ ارادت و محبت کا جوہر خدمت کرنے کے بغیر ظاہر نہیں ہو سکتا اور صداقت و اخلاص کا وزن خدمت کے ترازو کے بغیر معلوم نہیں ہوتا۔

تمام امور میں (امورِ کلیہ ہوں یا جزئیہ، عبادات ہوں یا عادات) شیخ کے

marfat.com

اختیار و مرضی کے سامنے اپنی مرضی واختیار کو ختم کر دے۔

شیخ کے ساتھ دھوکہ بازی، مکر وفریب سے دور رہے اور شیخ جن چیزوں کو نا پسند جانے خود بھی ان کو نا پسند کرے۔

وقائع (خواب، کشف وغیرہ) کی تعبیر پر اطلاع پانے کی خواہش نہ رکھے۔ اگر ان کی تعبیر اس پر ظاہر ہو بھی جائے تو اس پر اعتماد نہ رکھے اور جب مکاشفات ،خواب وغیرہ شیخ کے حضور بیان کر دے تو بغیر مطالبہ کے جواب کا انتظار کرے۔ اگر کسی نے شیخ سے کسی مسئلہ کے بارے میں سوال کیا تو شیخ کے حضور جواب دینے سے بچے۔

شیخ کے مجلس میں آوز پست رکھے کیونکہ اکابرین کے ہاں شیخ کے حضور با آواز بلند بات کرنا بے ادبی ہے۔ تو ضروری ہے کہ شیخ کے ساتھ سوال و جواب میں بسط کا ردوازہ نہ کھولے کیونکہ اس سے مرید کے دل سے شیخ کا رعب ختم ہو جاتا ہے جو حجاب کا باعث ہوگا۔

شیخ کے ساتھ گفتگو کے وقت کو پہچانے لہذا شیخ کے ساتھ گفتگو کرتے وقت ادب خشوع وخضوع کو مد نظر رکھتے ہوئے صرف کیفیت بسط میں ہی گفتگو کرے ۔ضرورت سے زیادہ گفتگو نہ کرے اور بعد میں شیخ کے جواب کی طرف مکمل طور پر متوجہ ہو ورنہ کامیابی سے محروم ہو جائے گا اور جو شیخ سے محروم ہو جائے ،کامیابی دوسری دفعہ اس کی طرف بہت کم لوٹتی ہے۔

marfat.com

شیخ جن اسرار کو پوشیدہ ومخفی رکھنا چاہتا ہو مرید بھی ان اسرار کو پوشیدہ ومخفی رکھے۔

تمام احوال، واقعات، کشفیات، کرامات جو اللہ تعالیٰ نے عطا کیے ان کو شیخ سے مخفی نہ رکھے۔

لوگوں کے سامنے شیخ کی ہر بات نہ کرے۔ مگر وہ بات جو ان کے سمجھ وعقل کے مطابق ہو بیان کرے۔

جب شیخ پر عقیدہ قوی و پختہ ہو جائے تو شیخ کے حضور یہ عرض کرے کہ میں آپ کے حضور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ جب شیخ ان کو قبول کرلے تو ان کے حضور کسی چیز کا مطالبہ نہ کرے بلکہ شیخ کی خدمت کرے تا کہ شیخ کی بارگاہ میں مکمل قبولیت سے ہمکنار ہو جائے۔ جب شیخ کسی چیز کی تلقین کرے تو اس میں خود کو مشغول ومصروف رکھے اور کسی وسوسہ ڈالنے والے کے وسوسہ کی پرواہ نہ کرے اگرچہ وہ وسوسہ خیر کا ہو۔

کسی کے سلام کو شیخ تک پہنچانے کا بوجھ کبھی نہ اٹھائے کیونکہ یہ بھی بے ادبی ہے جیسا کہ "آدابِ مریدین" میں ذکر ہے۔

مرید کی توجہ اس کی طرف ہو جس کا شیخ ارادہ رکھتا ہو۔ شیخ کی مراد کے سوا ہر چیز سے روگرداں ہو، شیخ کے اقوال وافعال، صفات بلکہ ذاتِ شیخ میں فانی ہو کیونکہ کہا گیا ہے کہ فناء فی الشیخ (شیخ کی ذات کی محبت میں فناء ہونا) فناء فی اللہ (اللہ

marfat.com

تعالیٰ کی ذات کی محبت میں فناء ہونے) کیلئے مقدمہ ہے(پہلا قدم ہے)

شیخ کے وضو کی جگہ وضو نہ کرے اور نہ ہی تھوکے اور نہ ہی آپ کی جگہ رینٹھ (ناک کی گندگی) صاف کرے اور نہ ہی شیخ کی موجودگی میں نوافل پڑھے اور نہ ہی شیخ کے ساتھ نوافل پڑھے۔

شیخ کے حکم کی بغیر توقف اور بغیر کسی تاویل کے بجا آوری کی جائے اور حکم کی تکمیل سے پہلے سکون واستراحت نہ کرے۔

چون گرفتی پیر ہن تسلیم شو ہمچو موسیٰ زیر حکم خضر رو

ترجمہ:۔ جب تم نے پیر کا دامن پکڑ لیا تو پھر اس کے تابع ہو جاؤ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر کہ حکم کے تابع رہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ مکتوبات شریف میں آداب پیر کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

طالب کو چاہیے کہ اپنے دل کے چہرے کو تمام اطراف سے موڑ کر اپنے پیر کی طرف متوجہ کرے اور پیر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نوافل اور اذکار میں مشغول نہ ہو اور اس کے غیر کی طرف التفات نہ کرے اور اپنے آپ کو کلیۃً اس کی طرف متوجہ کر کے بیٹھے یہاں تک کہ اس کے حکم کے بغیر ذکر میں بھی مشغول نہ ہو اور فرض وسنت نماز کے علاوہ کوئی نماز اس کی مجلس میں ادا نہ کرے۔

ایک بادشاہ کے متعلق منقول ہے کہ اس کا وزیر اس کے سامنے کھڑا تھا۔

marfat.com

اتفاقاً اس دوران میں وزیر کی توجہ اپنے کپڑوں کی طرف ہو گئی اور اس نے اپنے کپڑے کے کسی بند کو اپنے ہاتھ سے درست کیا۔ اس دوران بادشاہ کی نظر اس پر پڑی دیکھا کہ وزیر اس کی طرف متوجہ نہیں تو ڈانٹ کر کہا کہ میں اس بات کو برداشت نہیں کرتا کہ تو میرا وزیر ہو کر میرے سامنے اپنے کپڑے کے بند کی طرف توجہ کرے۔ غور کرنا چاہیے کہ جب کمینی دنیا کے وسائل کے لئے باریک آداب درکار ہیں تو جو چیزیں (مرشد وغیرہ) خدا تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں۔ ان کے آداب کی رعایت تو بہت کامل طریقہ پر کرنی لازم ہو گی اور جہاں تک ممکن ہو ایسی جگہ نہ کھڑا ہو کہ اس کا سایہ پیر کے سائے پر پڑتا ہو اور پیر کی جانماز پر پاؤں نہ رکھے اور اس کے وضوخانہ میں وضو نہ کرے اور اس کے خاص برتنوں کو اپنے استعمال میں نہ لائے اور اس کے سامنے پانی نہ پیے اور نہ کھانا کھائے اور نہ کسی سے بات کرے بلکہ کسی کی طرف بھی متوجہ نہ ہو اور پیر کی عدم موجودگی میں اس طرف پاؤں نہ کرے جس طرف پیر ہو اور نہ ہی اس طرف تھوکے اور جو کچھ پیر سے صادر ہو اسے درست جانے اگرچہ بظاہر درست نظر نہ آئے۔ کیونکہ پیر جو کچھ کرتا ہے الہام اور اذن سے کرتا ہے لہذا ایسی صورت میں اعتراض کی گنجائش نہیں ہے۔

اور اگر اس کی بعض الہامی صورتوں میں خطا بھی واقع ہو جائے تو الہامی خطا اجتہادی کی طرح ہے کہ اس پر ملامت یا اعتراض جائز نہیں ہے۔ نیز چونکہ اس مرید کو اپنے پیر کے ساتھ محبت پیدا ہو چکی ہے اسلئے محبوب سے جو کچھ صادر ہو محب کو

marfat.com

اچھا ہی نظر آتا ہے۔ لہذا اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور تمام امور میں اپنے پیر کی اقتدار کرے۔ کیا کھانے میں، کیا پینے میں اور کیا سونے میں۔ اور ہر نیک کام میں نماز کو اپنے پیر کی طرح ادا کرنا چاہے اور فقہ کو اس کے عمل سے اخذ کرنا چاہیے۔

آں راکہ درسرائے نگارست فارغ است

از باغ و بوستان و تماشائے لالہ زار

ترجمہ:۔ جس کے گھر میں معشوق ہو وہ باغ و بوستان کی سیر اور لالہ زار کے تماشے سے فارغ ہے۔

اور اس کی حرکات وسکنات میں اعتراض کو قطعاً گنجائش نہ دے۔ چاہے رائی کے برابر اعتراض ہو۔ کیونکہ اعتراض کا نتیجہ محرومی کے سوا کچھ نہیں اور تمام مخلوق میں سب سے زیادہ بے سعادت وہ شخص ہے جو اس گروہِ اولیاء اللہ میں عیب لگائے۔

اور اپنے پیر سے خوارق وکرامات کا مطالبہ نہ کرے۔ اگرچہ یہ طلب دل میں وسوسے اور خطرے کی شکل میں ہو تم نے کبھی سنا ہے کہ کسی مومن نے اپنے نبی سے معجزہ طلب کیا ہو۔ معجزے طلب کرنے والے کفار اور منکر لوگ ہیں۔

اگر دل میں کسی کا شبہ بھی آجائے تو بلا توقف پیر کی خدمت میں عرض کر دے اگر حل نہ ہو تو اپنی غلطی تصور کرے پیر پر کوئی عیب نہ لگائے اور جو بھی واقعہ ظاہر ہو پیر سے پوشیدہ نہ رکھے اور واقعات کی تعبیر اس سے دریافت کرے، جو تعبیر خود طالب پر منکشف ہو وہ بھی عرض کرے اور درستی اور خطا کو اس سے تلاش کرے اور

marfat.com

اپنے کشفوں پر ہرگز اعتماد نہ کرے کیونکہ اس دنیا میں حق، باطل کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اور درستی خطا کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ اور بے ضرورت اور بلا اجازت اس سے الگ نہ ہو۔ کیونکہ اپنے لیے پیر کے غیر کو اختیار کرنا عقیدت کے منافی ہے اور اپنی آواز کو اس سے بلند نہ کرے۔ اور اونچی آواز سے اس کے ساتھ گفتگو بھی نہ کرے کہ بے ادبی ہے اور ظاہر و باطن میں فتوح اور کشائش حاصل ہو تو اپنے پیر کے توسط سے جانے اور واقعہ میں دیکھے کہ دوسرے مشائخ سے فیض پہنچا ہے اسے بھی اپنے پیر کی طرف سے جانے اور یہ اعتقاد رکھے کہ جب پیر کمالات و فیوض کا جامع ہے تو پیر کا خاص فیض مرید کی خاص استعداد کے مناسب اس شیخ کے کمال کے مناسب کہ افاضہ کی صورت اس سے ظاہر ہوتی ہے مرید تک پہنچتا ہے اور پیر کے لطائف میں سے ایک لطیفہ جو اس فیض سے مناسبت رکھتا ہے، اس شیخ کی صورت میں قائم ہے۔ مرید کی آزمائش کے طور پر وہ لطیفہ دوسرا شیخ خیال کر لیا گیا ہے۔ اور فیض کو اس کی طرف سے جانا ہے یہ عظیم مغالطہ ہے۔ حق سبحانہ لغزش قدم سے بچائے اور پیر کے ساتھ حسن اعتقاد اور اسی محبت پر قائم کرے۔ مختصر یہ کہ طریقت تمام ادب ہے۔ مثل مشہور ہے کہ کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور اگر مرید بعض آداب کی رعایت میں اپنے آپ کو کوتاہ جانے اور ان کی مناسب ادائیگی تک نہ پہنچ سکے اور کوشش و سعی کے باوجود عہدہ برآ نہ ہو سکے تو اس کے لئے معافی ہے۔ لیکن اپنی کوتاہی کا اعتراف ضروری ہے اور اگر نعوذ باللہ سبحانہ آداب کی رعایت نہ کر

marfat.com

ے اور اپنی کوتاہی کا اعتراف بھی نہ کرے تو ایسا مرید ان بزرگوں کی برکات سے محروم رہتا ہے۔

ہر کہ را روے بہ بہبود نہ بود

دیدن روے نبی سود نہ بود

ترجمہ: جسے اپنی بھلائی کا خود خیال نہ ہو وہ اگر نبی کے چہرے کو بھی دیکھ لے تو بے سود ہے۔

وہ مرید جو اپنے پیر کی توجہ کی برکت سے فنا و بقا کے مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے اور الہام اور فراست کا راستہ اس پر ظاہر ہو جاتا ہے اور پیر بھی اسے مسلم رکھے اور اس کے کمال کی گواہی دے تو مرید کے لیے گنجائش ہے کہ بعض الہامی امور میں اپنے پیر سے خلاف کرے اور مقتضائے الہام پر عمل کرے اگرچہ اس کے پیر کے نزدیک اس کے خلاف ہی ثابت ہو چکا ہو کیونکہ وہ مرید اس وقت حلقہ تقلید سے باہر نکل چکا ہے۔ اب اس کے لیے تقلید کرنا خطا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے صحابہ کرام نے امور اجتہادیہ اور احکام غیر منزلہ میں آنحضرت ﷺ سے اختلاف کیا ہے اور بعض اوقات میں صواب جانب اصحاب میں ظاہر ہوا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ مرتبہ کمال تک پہنچنے کے بعد مرید کا اپنے پیر سے اختلاف کرنا جائز ہے۔ بے ادبی سے مبرا اور پاک ہے بلکہ یہاں اپنے اجتہاد کے مطابق

marfat.com

عمل کرنا ہی ادب ہے ورنہ رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کرام جو پورے آداب سیکھ چکے تھے، حضور اکرم ﷺ کی تقلید کے سوا کچھ نہ کرتے۔

تتمہ

اَلشَّیْخُ یُحْیِ وَیُمِیْتُ

یعنی شیخ زندہ بھی کرسکتا ہے اور مار بھی سکتا ہے۔

زندہ کرنا اور مارنا پیری کے مقام کے لوازمات میں سے ہے لیکن اس احیاء سے روحی احیاء مراد ہے نہ کہ جسمی۔ اسی طرح اماتت (مارنے) سے بھی روح کا مارنا ہے نہ کہ جسم کا اور حیاۃ اور موت سے مراد فنا اور بقا ہے جو مقام ولایت اور کمال تک پہنچاتا ہے اور شیخ مقتدا باذن اللہ سبحانہ ان دونوں کا کفیل اور ضامن ہے۔ پس شیخ میں اس کے زندہ کرنے اور مارنے کی قوت ہونا ضروری ہے اور "یُحْیِ وَیُمِیْتُ" کے معنی ہیں "یُبْقِیْ وَیُفْنِیْ" یعنی بقا عطا کرتا ہے اور فانی کرتا ہے۔ جسم کو زندہ کرنے اور مارنے کا منصب و مرتبۂ شیخ سے کچھ سروکار نہیں۔ شیخ مقتدا کہربا کی طرح ہے جس کسی کو اس سے مناسبت ہوگی وہ خس و خاشاک کی طرح اس کے پیچھے دوڑتا آئے گا۔ اور اپنا حصہ اس سے پائے گا۔ خوارق اور کرامات مریدوں کو کھینچنے کیلئے نہیں ہیں۔ مرید معنوی مناسبت سے کھنچے چلے آتے ہیں۔ اور جو شخص ان بزرگوں سے مناسبت نہیں رکھتا وہ ان کے کمالات کی دولت سے محروم ہے اگرچہ ہزار معجزے، خوارق اور کرامات دیکھے۔ ابوجہل اور ابولہب کو اس معنی کی دلیل سمجھنا

marfat.com

چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں فرمایا:

وَاِنْ یَّرَوْا كُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْكَ یُجَادِلُوْنَكَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ○

اور اگر یہ لوگ سب نشانیاں بھی دیکھ لیں تو پھر بھی ایمان نہ لائیں گے۔ یہاں تک کہ جب یہ لوگ آپ کے پاس آئیں گے تو آپ سے جھگڑیں گے۔ منکر، یوں کہیں گے کہ یہ قرآن تو پہلے لوگوں کے بے اصل قصے کہانیاں ہیں۔

حضرت شاہ غلام علی مجددی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہر کامل پیر و مرشد کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرنا باطنی نسبت کو خراب اور ابتر کرنا ہے۔اس کے بعد فرمایا کہ ایک شخص میری اجازت کے بغیر نواب کی خدمت میں خربوزے لے گیا تو اس کا باطن سیاہ ہو گیا۔ وہ اس کا سبب نہیں جانتا تھا۔ گناہوں سے توبہ استغفار کرتا رہا لیکن اس کو کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا۔اس کے بعد اس نے اقرار کیا کہ مجھ سے یہ جرم سرزد ہو گیا ہے کہ مرشد کی مرضی کے بغیر خربوزہ لے گیا تھا۔اس سے توبہ کرتا ہوں فوراً انبساط پیدا ہو گیا اور باطنی نسبت حسب سابق ظاہر ہو گئی۔

شرائط و آداب مرید:

وہ شرائط جو (طریقت میں) مرید کے لیے ضروری ہیں۔

marfat.com

۱۔شیخ کے افعال پر کبھی بھی اعتراض نہ کرے۔ جہاں تک ممکن ہو شیخ کے افعال میں تاویل کرنی چاہیے اور معاملہ اپنے قصورِ فہم پر محمول کرنا چاہیے۔ حضرت موسیٰ و حضرت خضر علی نبینا وعلیہما الصلوۃ والسلام کے واقعہ کی بنیاد پر محمول کرنا چاہیے، کیونکہ شیخ پر اعتراض کرنا ہر قبیح (بری چیز) سے زیادہ قبیح ہے اور اعتراض کرنے والا مغرور بھی نہیں ہوتا تو وہ حجاب جو اعتراض

سے پیدا ہو اس کا کوئی علاج نہیں۔ اور اس پردے سے مرید پر فیض کے تمام راستے مسدود (بند) ہو جاتے ہیں۔ تو اے میرے بھائی! ایسی عاجز کر دینے والی بیماری سے اجتناب کرنا۔

۲۔شرائط مرید میں سے ایک یہ ہے کہ جو بھی خطرہ (وسوسہ) اسے پیش آئے تو وہ اپنے شیخ کے حضور بیان کر دے تاکہ وہ اس کا علاج کرے کیونکہ شیخ طبیب کی طرح ہے جب بھی اسکو مرید کے احوال پر اطلاع ہو جائے تو اس کو درست کرنے کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور مرید کی بیماری کو دور کرتا ہے، اور شیخ کے کشف پر اکتفا نہ کیا جائے (کہ مجھے اپنے وسوسے واحوال باطنی بیان کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ میرے شیخ پر میرے احوال ظاہر اور منکشف ہیں) کیونکہ کشف کبھی درست ثابت ہوتا ہے اور کبھی خطا ثابت ہو جاتی ہے (کبھی کشف سے جو چیز ظاہر و منکشف ہو جاتی ہے در حقیقت وہ ویسے نہیں ہوتی اس کو خطاء کشفی کہتے ہیں) اور خطائے کشفی خطائے اجتہادی کی طرح ہے۔ اولیاء کرام کے نزدیک

marfat.com

کشف اگر درست بھی ہو تو جب تک ظاہر اس کے موافق نہ ہو اس وقت تک اس پر حکم مبنی نہیں ہوتا اس بات کو یاد رکھ کیونکہ یہ بہت عمدہ و نفیس بات ہے۔

۳۔ شرائط مرید میں سے یہ ہے کہ مرید طلب معرفت میں صادق (سچا) ہو تنگی کی وجہ سے طلب معرفت چھوڑنا نہیں چاہیے اور سلامتی و تکالیف کی وجہ سے فتور میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ اپنے شیخ کے ساتھ فرط محبت، جان، مال، اولاد سے بھی زیادہ ہونی چاہیے اور یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ مقصود (قرب الٰہی) مجھے شیخ کے واسطے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔

۴۔ مرید کے آداب میں سے یہ ہے کہ مرید اپنے شیخ کے ان افعال کے علاوہ جن کا وہ حکم دے، تمام افعال عادیہ میں شیخ کی پیروی نہ کرے کیونکہ بسا اوقات شیخ بعض افعال اپنے مقام وحال کے مطابق کرتا ہے اور وہ افعال مرید کے لیے زہر قاتل ہوتے ہیں۔

۵۔ شرائط مرید میں سے ہے کہ شیخ جس ذکر یا مراقبہ کی تلقین کرے اس پر مکمل طور پر عمل پیرا رہے اور دیگر تمام اوراد و وظائف کو ترک کر دے کیونکہ شیخ کی فراست، اس بات کا تقاضا کرتی ہے (کہ شیخ کے بتائے ہوئے ذکر کے علاوہ دیگر تمام وظائف ترک کر دیے جائیں) اور شیخ کی فراست خدا تعالیٰ کے نور سے ہے۔

۶۔ شرائط میں سے یہ ہے کہ مرید خود کو تمام مخلوق میں سے سب سے کمتر اور حقیر سمجھے اور اپنے بارے کسی پر بھی اپنا حق نہ سمجھے اور دوسروں کے حقوق کو پورے

marfat.com

طور پر ادا کرے اور مقصود کے علاوہ تمام چیزوں سے قطع تعلق رہے۔

۷۔ شرائط میں سے یہ ہے کہ شیخ کا حکم اور تعظیم انتہائی درست و احسن طریقے سے بجالائے اور شیخ کے حکم و تعظیم میں کسی قسم کی خیانت نہ کرے اور بتائے ہوئے ذکر کے ساتھ اپنے دل کو آباد رکھے، غفلت و بدگمانی سے خود کو دور رکھے۔

۸۔ شرائط میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالی کی ذات کے علاوہ دنیا و آخرت میں سے کوئی چیز مقصود کی حد تک نہیں ہونی چاہیے (مقصود صرف اللہ تعالی اور رضائے خدا ہو بس) حتی کہ حال۔ مقام (مقام ولایت) فناء و بقا کو بھی مقصود نہیں بنانا چاہیے، ورنہ وہ مرید (جو ان چیزوں کو مقصود سمجھتا ہے) اپنے نفس کے کمال کا طالب ہوگا تو ضروری ہے کہ مرید شیخ کے حضور ایسے ہو جیسے میت غسل دینے والے کے سامنے ہوتی ہے۔

۹۔ شیخ کی بات کو کبھی بھی رد نہ کرے، اگرچہ مرید حق بجانب ہی کیوں نہ ہو بلکہ یہ عقیدہ رکھے کہ شیخ کی خطا بھی میری درستگی سے قوی اور بہت بہتر ہے۔

۱۰۔ اس بات کی طرف اشارہ نہ کرے جس بارے شیخ نے پوچھا نہ ہو۔

۱۱۔ شیخ اور شیخ کے خلفاء و مریدین میں سے ہر اس مرید کا حکم تسلیم کر لینا چاہیے جو شیخ کا منظور نظر ہو۔

مرید کبھی بھی کسی پر غصہ نہ کرے کیونکہ غصہ ذکر کے نور کو ختم کر دیتا ہے اور آداب میں سے ہے کہ طلبہ (دینی طلبہ مراد ہیں) کے ساتھ مناظرہ، مباحثہ اور جنگ

marfat.com

وجدل ترک کردے کیونکہ مناظرہ نسیان (بھول جانے کی بیماری) اور کدورت کو پیدا کردیتا ہے۔ جب بھی کسی کے ساتھ بحث مباحثہ ہو جائے اگرچہ خود حق بجانب ہی ہو، اس سے معذرت کرے اور استغفار وتوبہ کرے اور کسی کو بھی حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھے بلکہ ہرایک کے بارے میں یہ گمان کرے کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام یا اولیاء اللہ میں سے ایک ولی ہے اور اس سے دعا طلب کرے۔

شیخ عارف محقق تاج الدین ہندی حنفی نقشبندی، تاجۃ الکبریٰ میں رقمطراز ہیں کہ جاننا چاہیے کہ شیخ کے بعض حقوق کی بجا آوری تب ہی ممکن ہے کہ حسن ادب کی رعایت کی جائے اور مشائخ طریقت کی تعظیم شیخ کے بڑے حقوق میں سے ہے اور حسن ادب کی رعایت کرنا عین نقصان وتقصیر ہے کیونکہ مرید شیخ کی معنوی اولاد ہوتے ہیں۔ انتہی

میں کہتا ہوں (صاحب کتاب) کہ اہل محبت الٰہیہ کے نزدیک ظاہری ماں باپ کے رشتے سے یہ (باطنی) رشتہ بہتر واعلیٰ ہے کیونکہ باطنی رشتہ وہ رشتہ ہے جس نے حضرت بلال حبشی، سلمان فارسی، صہیب رومی رضی اللہ عنہم کو اہل بیت میں سے قرار دیا۔ جس رشتہ سے ابوطالب دور ہوئے اور محروم ہو گئے۔ ظاہری نسبت نے انکو کوئی فائدہ نہ دیا حالانکہ ابوطالب ظاہری رشتہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت قریب تھے اسی لیے اس عظیم رشتہ کی طرف سلطان العاشقین شیخ شرف الدین عمر بن فارض قدس سرہ نے اپنے شعر میں اشارہ فرمایا۔

marfat.com

نَسَبُ اَقْرَبَ فِی شَرْعِ الْھَوٰی　　بَیْنَنَا مِنْ نَسَبٍ مِنْ اَبَوٰی

شریعت کا رشتہ ہمارے ہاں ظاہری ماں باپ کے رشتہ سے زیادہ قریب و افضل ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

marfat.com

کتابیات

۱۔ آئینہ تصوف
۲۔ ابیات باہو
۳۔ البریر
۴۔ القرآن
۵۔ الرسالہ القشیریہ
۶۔ القول الجمیل
۷۔ انوار قدسیہ
۸۔ المنقذ من الضلال
۹۔ بخاری شریف
۱۰۔ بھجۃ السرار
۱۱۔ بیعت وخلافت
۱۲۔ بیعت کی تشکیل اور تربیت
۱۳۔ تبیان القرآن
۱۴۔ تذکرۃ الاولیاء
۱۵۔ تفسیر مظہری
۱۶۔ جامع ترمذی
۱۷۔ حقیقت تصوف
۱۸۔ ذکر خیر
۱۹۔ روح البیان
۲۰۔ روح تصوف
۲۱۔ روحانیتِ اسلام
۲۲۔ سرّ دلبراں
۲۳۔ سیرت النبی ﷺ
۲۴۔ سیف الملوک
۲۵۔ شریعت وطریقت
۲۶۔ ضرورتِ شیخ
۲۷۔ ضیاء القرآن
۲۸۔ ضیاء النبیؐ
۲۹۔ عوارف المعارف
۳۰۔ غنیۃ الطالبین
۳۱۔ فتاوی رضویہ
۳۲۔ فاضل بریلوی اور امور بدعت

marfat.com

۳۳۔ کشف المحجوب

۳۴۔ کلیات اقبال

۳۵۔ مثنوی شریف

۳۶۔ مشکوۃ شریف

۳۷۔ مکتوبات امام ربانی

۳۸۔ مسلم شریف

۳۹۔ منہاج العابدین

۴۰۔ ہشت بہشت

۴۱۔ ہفت مسئلہ

☆☆☆☆☆☆

marfat.com

بہار اسلام پبلیکیشنز کے خاص تحفے

ناشر

بہار اسلام پبلیکیشنز لاہور

Ph:042-36844786, Cell:0333-4229760

marfat.com

بہار اسلام پبلیکیشنز
کے خاص تحفے

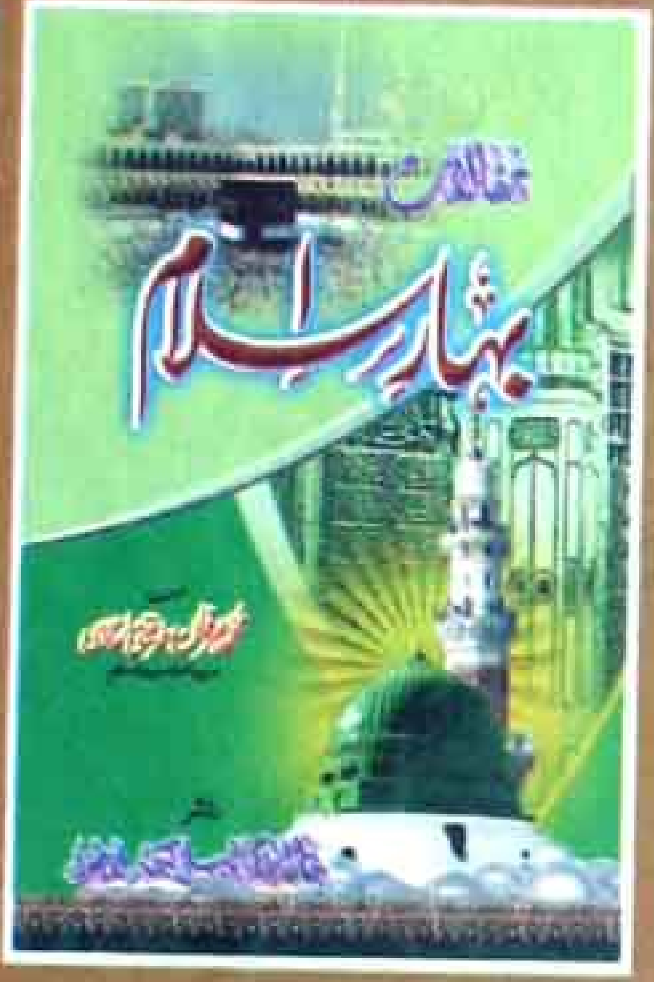

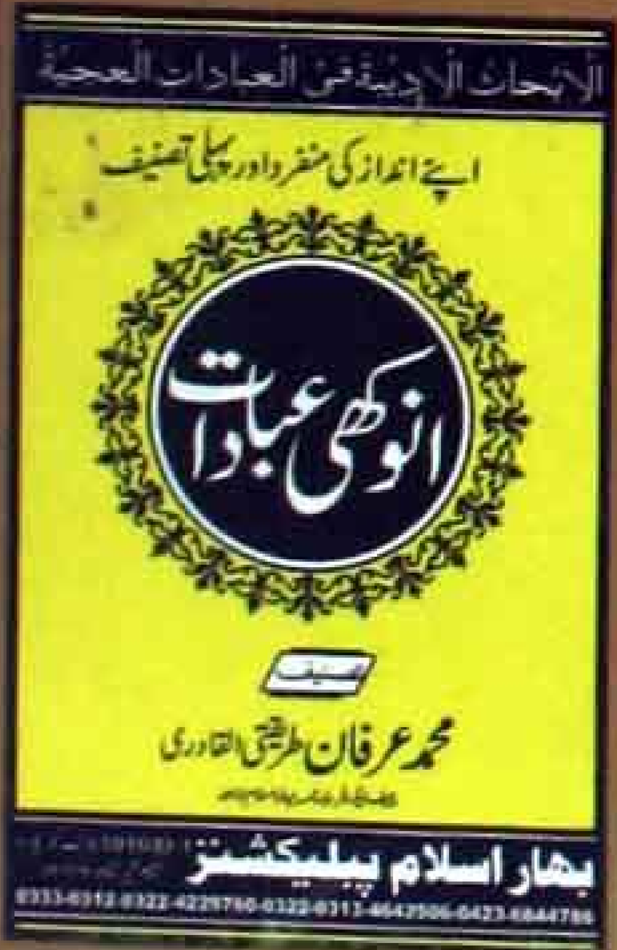

ناشر
بہار اسلام پبلیکیشنز لاہور
Ph:042-36844786, Cell:0333-4229760